هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ — رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۹۶

فاروق
قادیان

ایڈیٹر: میر قاسم علی احمدی

شرح چندہ پیشگی — [illegible]

تاریخہائے اشاعت ہر انگریزی ماہ کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جلد ۲۳ | قادیان دارالامان مورخہ ۱۲ شعبان ۱۳۵۷ھ مطابق ۷ اکتوبر ۱۹۳۸ء | نمبر ۳۷

دارالامان کی خبریں

(۱) ہفتہ زیر اشاعت میں سیدنا امیر المؤمنین حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز ۲ اکتوبر کو سندھ تشریف لے گئے ہیں۔ مقامی امیر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے اور امام صلوٰۃ حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب کو مقرر فرمایا۔ خدا حافظ۔

(۲) حضرت مفتی محمد صادق صاحب سلمہ کا نور ہسپتال میں سوزش پیشاب کی تکلیف دور کرنے کے لئے اپریشن کیا گیا ہے۔ اپریشن کامیاب ہوا۔ مفتی صاحب کو نسبتاً آرام ہے۔ بھوک بھی لگتی ہے۔ احباب کامل صحت کیلئے دعا کریں۔

(۳) شیخ عبد الرحمٰن صاحب مصری کے خلاف جو مقدمہ غبن صدر انجمن کی طرف سے دائر تھا۔ وہ از راہ کرم انجمن نے واپس لے لیا ہے۔

(۴) نہایت افسوس سے لکھا جاتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پرانے صحابی علامہ حکیم مولوی عبید اللہ صاحب بسمل کچھ دنوں بیمار رہنے کے بعد ۲۹ ستمبر کو بوقت صبح چھ بجے بعمر قریباً سو سال وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم فارسی کے بڑے عالم تھے۔ مقبرہ بہشتی میں دفن کئے گئے۔ حضرت امیر المؤمنین نے نماز جنازہ پڑھا کر میت کو کندھا دیا۔ خدا مغفرت کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل بخشے۔ آمین۔

(۵) حضرت ام المؤمنین مدظلہا العالی چند روز سے لاہور تشریف لے گئے ہیں۔ (۶) ۵ اکتوبر کو بعد دوپہر کسی قدر بارش ہوئی اور سخت ہوا چلی۔ موسم میں خفیف سی خنکی ہو گئی ہے۔

پانچ اخبار فاروق رعایتی قیمت میں

ایک ہمدرد فاروق نے مبلغ دس روپیہ اخبار فاروق کی امداد کے طور پر عطا فرمائے ہیں۔ کہ کسی کم استطاعت احمدیوں کے نام فاروق جاری کر دیں۔ اسلئے میں پانچ ایسے نئے خریداروں کے نام جو سلسلہ کے حالات اور حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کے خطبات کے شائق ہوں۔ اور پورا چندہ مبلغ پانچ روپیہ فاروق کا ادا نہ کر سکتے ہوں۔ صرف تین تین روپیہ میں ایک سال کے لئے اخبار جاری کرنا چاہتا ہوں۔ پس جو دوست واقعی اپنے آپ کو اس کا مستحق سمجھیں۔ تو وہ تین روپیہ بذریعہ منی آرڈر یا دفتر محاسب قادیان ارسال کر دیں۔ یا وی۔پی کے ذریعہ منگوا لیں۔ تو چندہ وصول ہونے پر ان کے نام ایک ایک سال کے لئے اخبار فاروق جاری کر دیا جائیگا۔ صرف پانچ خریداروں کے نام یہ رعایتی قیمت پر اخبار جاری ہوگا۔ درخواستیں معہ چندہ جلد دفتر فاروق قادیان میں ارسال کریں۔ (مینیجر فاروق قادیان ضلع گورداسپور)

دوسری رعایت

مندرجہ ذیل تین سٹ لاجواب اور نایاب کتابوں کے نصف قیمت میں جو بیس خریداروں کو دیئے جائیں گے۔ ایک روپیہ سے کم کا کوئی وی۔پی نہ ہوگا۔ محصول ڈاک بذمہ خریدار ہوگا۔

پہلا سٹ رد آریہ: مشین گن ۴ ر۔ رسالہ گوشت خوری ۲ ر۔ ذو الفقار علی برگردن دیو شتی ۳ ر۔ تنبیہ زبان دراز ۱۰ ر۔ دھرمپال کا کچا چٹھہ ۱ ر۔ چھوت کا بھوت ۰۲ ر۔ ایک مسلمان کا پیغام ۱۰ ر۔ کلام الامام ۰ ر۔ اصلی قیمت ۱۸ ر۔ رعایتی ۸ ر

دوسرا سٹ رد ثناء اللہ۔ صادق کلمات بجواب ثنائی ہفوات ۴ ر۔ فیصلہ خدائی بر مسلمات ثنائی ۴ ر۔ چودھویں صدی کا یہودی ۲ ر۔ تجلیات رحمانیہ ۶ ر۔ اصلی قیمت ایک روپیہ۔ رعایتی قیمت آٹھ آنہ۔

تیسرا سٹ متفرقات۔ تنقید صحیح بابی فرقہ کا رد ۸ ر۔ مباحثہ مونگیر ہر دو حصہ غیر احمدیوں کا رد ۸ ر۔ تحفہ مستریال مباہلہ مرتدین قادیان کی حقیقت ۵ ر۔ بٹالوی کا انجام مولوی محمد حسین بٹالوی کے متعلق مسیح موعود کی پیشگوئی کی تصدیق ۴ ر۔ التنقید۔ مولوی ابراہیم سیالکوٹی کے رسالہ قبر مسیح کا جواب ۳ ر۔ جماعت احمدیہ و احرار اور گورنمنٹ کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کے معرکۃ الآراء خطبات کا مجموعہ ۴ ر۔ اصلی قیمت دو روپیہ۔ رعایتی ایک روپیہ۔ جو دوست لاجواب کتابیں اور علمی بحثیں اور سلسلہ احمدیہ اور اسلام کی ۴ صداقت کے دلائل حقہ کے دیکھنے اور سننے اور تبلیغ کرنے کے شائق ہوں۔ وہ اس رعایت سے جلد فائدہ اٹھائیں۔ ورنہ پھر یہ موقعہ شاید ہی ملے۔ کیونکہ صرف بیس سٹ اس رعایت پر دیئے جاویں گے۔ پتہ ذیل سے:

احباب بیرون ہند کو اطلاع

جن خریداران فاروق بیرون ہند کے ذمہ فاروق کا حق ہے۔ ان کی خدمت میں اطلاع دی جاتی ہے۔ کہ براہ کرم فاروق کا حق ادا فرما کر امداد کریں۔ اور کم از کم ایک ایک خریدار فاروق کے واسطے اپنے سے علاوہ عطا کر کے ڈبل ثواب کے مستحق ہوں تاکہ فاروق اپنے پاؤں پر کھڑا ہو جائے۔ (مینیجر فاروق)

نمبر خریدار	اسم گرامی	حق فاروق
۱۷۴	مکرم محمد اصغر خاں صاحب لون	۱۰ عہ ر
۱۷۵	مکرم مسٹر محمد اسحاق صاحب	۱۰ عہ ر
۲۰۲	جناب احمد دین صاحب	۱۰ ر
۲۰۳	جناب مبارک احمد صاحب بھٹی	۱۰ عہ ر
۲۰۴	جناب غلام محمد صاحب	۱۰ عہ ر
۲۳۱	مکرم سید محمود اللہ شاہ صاحب بی اے بقایا جولائی ۱۹۳۶ء لغایت ۳۰ جون ۱۹۳۷ء و بقایا سال رواں ۱۹۳۸ء	۱۴ ر
۲۴۳	جناب عبد الحی صاحب	۱۰ عہ ر
۲۴۴	جناب ڈاکٹر احمد دین صاحب	۱۰ عہ ر
۲۶۱	جناب بابو معراج الدین صاحب عراق	۱۰ عہ ر
۲۶۷	جناب ڈاکٹر محمد احمد صاحب عدن	۵ ر
۲۸۲	جناب مسٹر منظور علی صاحب لنڈن	۱۰ عہ ر

طلب کرنے پر [illegible] قادیان دارالامان۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فاروق

جلد ۲۳ | قادیان دارالامان مورخہ ۷ر اکتوبر ۱۹۳۸ء | نمبر ۳۷

خطبہ جمعہ مورخہ ۲۳ر ستمبر ۱۹۳۸ء

خود سچ بولو۔ اور اپنی اولاد اور اہل محلہ کو سچ کا پابند بناؤ

فرمودہ حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

ایک مسلمان دن میں چالیس پچاس مرتبہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم کہتا ہے۔ جس کے معنے یہ ہوتے ہیں۔ کہ ابھی

مجھے سیدھے رستہ کی ضرورت ہے

اے خدا تو مجھے سیدھا رستہ دکھا۔ یعنی وہ اقرار کرتا ہے۔ اور اظہار کرتا ہے۔ اور اصرار سے اظہار کرتا اور بار بار اقرار کرتا ہے۔ کہ اسے سیدھے رستہ سے محبت ہے۔ وہ سیدھا رستہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اور اگر وہ اسے مل جائے۔ تو اسے قبول کرے گا۔ یہ کتنی پاکیزہ اور اعلیٰ درجہ کی خواہش ہے۔ اگر یہ سچی ہو۔ دنیا کی ساری خوبیاں اور بھلائیاں اور اچھائیاں اس کے اندر آجاتی ہیں۔ اور اس میں کیا شبہ ہے۔ کہ جو شخص سچے دل کے ساتھ یہ خواہش رکھتا ہے۔ وہ دنیا میں

چلتا پھرتا جنتی اور ولی اللہ

ہے۔ مگر سوال یہ ہے۔ کہ وہ سچی خواہش رکھتا ہے یا نہیں۔ کونسا شخص دنیا میں ہے۔ اور کس مذہب کا ہے۔ کہ جو اس قسم کی سچی خواہش کو سنکر متاثر نہ ہوگا۔ مسلمانوں کو جانے دو۔ یہ فقرہ کسی ہندو۔ سکھ۔ عیسائی۔ یہودی کے سامنے رکھ دو۔ کہ ایک شخص دن رات اس خواہش میں تڑپ رہا ہے۔ اور دعائیں کرتا ہے کہ اے خدا مجھے سیدھا رستہ دکھا۔ اور وہ اس سیدھے راستہ پر چلنا چاہتا ہے۔ تو پھر بغیر اس بات کا انتظار کئے کہ اسے یہ رستہ مل گیا ہے یا نہیں۔ ہر ایک یہی کہے گا۔ کہ وہ شخص بڑا نیک اور بڑا بزرگ ہے۔

تو اس قسم کی مجرد خواہش ہی اعلیٰ چیز سمجھی جاتی ہے۔ کجا یہ کہ وہ پوری بھی ہو جائے۔ تڑپ اور جوش اپنی ذات میں ہی نیکی ہوتے ہیں محبوب اپنے محب کی بات سُنے یا نہ سُنے۔ مطلوب ملے یا نہ ملے۔ طالب کے دل میں اسے پانے کی تڑپ کا موجود ہونا اپنی ذات میں بہت اعلیٰ اور مبارک بات ہے۔ جس طرح دنیا میں بڑے بڑے کامیاب آدمی مشہور ہوتے ہیں۔ ہزاروں سال ان کا نام دنیا میں چلتا ہے۔ اسی طرح

سچی تڑپ رکھنے والے

ناکام بھی مشہور ہوتے ہیں۔ سکندر دنیا میں مشہور ہے۔ اس نے معلومہ دنیا کا بیشتر حصہ فتح کر لیا تھا۔ ہزارہا سال گذر چکے ہیں۔ دو ہزار سے زیادہ لیکن آج تک اس کا نام دلوں سے محو نہیں ہوا۔ رستم ایک پہلوان تھا۔ بادشاہ نہ تھا۔ مگر کامیاب زندگی بسر کرنے اور دشمنوں کو مغلوب کرنے کی وجہ سے جو لوگ اسکی حقیقت سے قطعاً واقف نہیں۔ وہ بھی اس کا نام لیتے ہیں۔ جب کوئی بڑے دعوے کرے۔ تو کہتے ہیں۔ بڑا رستم آیا ہے۔ حالانکہ کہنے والے کو یہ پتہ نہیں ہوتا۔ کہ رستم کون تھا۔ اور کہاں کا رہنے والا تھا۔ حاتم نیک کاموں کی وجہ سے اتنا مشہور ہے۔ کہ مخلوق میں سے ایک بڑے حصہ کی زبان پر اس کا نام ہے۔ کوئی بڑا سخی ہو۔ تو کہتے ہیں یہ تو حاتم زماں ہے۔ اور اگر کوئی تھوڑی سی سخاوت کے بعد بڑے بڑے دعوے کرنے لگے۔ اور اس پر فخر کرے۔ تو کہتے ہیں۔ اس نے حاتم کی قبر پر لات ماردی ہے۔ تو یہ لوگ کامیاب تھے۔ اور اپنے اپنے خاص فن یعنی کوئی بہادری کوئی سخاوت اور کوئی فتوحات میں نمایاں تھے۔ اور اس وجہ سے مشہور رہیں۔ مگر جس طرح یہ مشہور ہیں۔ اسی طرح بعض ناکام بھی مشہور رہیں۔ جس طرح دنیا رستم۔ سکندر اور حاتم کا نام لیتی ہے۔ اسی طرح بلکہ شاید اس سے زیادہ مجنوں کا نام لیتی ہے۔ گو وہ کامیاب نہیں تھا۔ وہ ایک عورت کی وجہ سے دیوانہ ہوا۔ اور اسی وجہ سے مجنوں کہلایا۔ اس کا نام قیس تھا۔ اس نے ایک عورت کی خواہش کی۔ مگر اسے حاصل کئے بغیر ہی مر گیا۔ اور اپنی معشوقہ سے شادی کا موقع اسے نہ مل سکا۔ مگر دنیا میں جس طرح سکندر کا نام مشہور ہے۔ اسی طرح قیس کا ہے۔ بلکہ ہندوستان میں سکندر کا نام جاننے والے کم اور قیس کا عرف جاننے والے زیادہ ملیں گے۔ اپنے صوبہ میں دیکھ لو۔ کتنے لوگ سکندر کا نام جانتے ہیں۔ اور کتنے رانجھا کا حالانکہ وہ کامیاب نہ تھا۔ اس کی کہانی ہمیں یہی بتاتی ہے۔ کہ وہ ناکام تھا۔ مگر باوجود اس ناکامی کے اس کا نام آج تک قائم ہے۔ یہی حال فرہاد کا ہے۔ اس کا نام غیر تعلیمیافتہ لوگوں میں زیادہ مشہور نہیں۔ مگر تعلیمیافتہ طبقہ میں وہ ایسا ہی مشہور ہے۔ جیسا سکندر۔ رستم یا مجنوں۔ حالانکہ وہ بھی ناکام تھا۔ ان لوگوں کے نام کامیاب لوگوں کی طرح کیوں مشہور ہیں۔ اسی لئے کہ انہوں نے اپنے دل میں سچی تڑپ پیدا کی۔ گو اسے پورا کرنے کے قابل نہ ہو سکے۔ مگر انہوں نے اپنی تڑپ کو نہ چھوڑا۔ تو استقلال کے ساتھ مقصود کی طلب میں لگے رہنا اپنی ذات میں کامیابی ہے۔ اور ایسی ہی کامیابی ہے۔ جیسے فتوحات حاصل کرنا۔ اگر یہ بڑی چیز نہ ہوتی۔ تو کامیاب لوگوں کے ساتھ ان ناکاموں کے نام مشہور نہ ہوتے۔ مگر بنی نوع انسان کا یہ فیصلہ ہے۔ اور متفقہ فیصلہ کہ جس مقام پر کامیاب لوگوں کو بٹھایا جاتا ہے۔ اسی پر سچی تڑپ رکھنے والے ناکام بھی بٹھائے جاتے ہیں۔ اور

صحیح فیصلہ

وہی ہوتا ہے۔ جو لوگ کرتے ہیں۔ اپنے متعلق اپنا فیصلہ صحیح نہیں سمجھا جاتا۔ ہر ڈاکٹر یہی سمجھتا ہے کہ وہ بڑا قابل ہے۔ ہر وکیل یہی خیال کرتا ہے۔ وہ بہت لائق ہے۔ لیکن دراصل بڑا ڈاکٹر اور بڑا وکیل وہی ہوتا ہے۔ جس کے متعلق لوگ فیصلہ کریں۔ کہ وہ بڑا ہے۔ عوام قانون نہیں جانتے۔ مگر اللہ تعالےٰ نے ان کے اندر ایسی حس رکھی ہے۔ کہ وہ اچھی چیز کے متعلق فیصلہ کر سکتے ہیں ناکام وکیل شور مچاتے ہی رہتے ہیں۔ کہ فلاں وکیل کچھ نہیں جانتا۔ یونہی مشہور ہو گیا ہے۔ لیکن یہ نہیں سوچتے۔ کہ کیوں مشہور ہو گیا ہے۔

پبلک اپنے فیصلوں میں غلطی نہیں کرتی

ہمارے سامنے اگر ایک شخص کام شروع کرتا ہے۔ اور دیکھتے دیکھتے وہ آگے بڑھ جاتا ہے تو ہمیں ماننا پڑے گا۔ کہ وہ لائق ہے۔ کامیاب ڈاکٹروں کے متعلق کوئی طبی مجلس فیصلہ نہیں کیا کرتی۔ کہ فلاں قابل ہے۔ اور فلاں ناقابل بلکہ جاہل عوام ہی کیا کرتے ہیں۔ ناکام شور مچاتے رہتے ہیں۔ کہ اس کے نسخہ میں تو فلاں دوائی ہوتی ہے۔ وہ جس پر ہاتھ ڈالتا ہے۔ وہی مر جاتا ہے۔ مگر پبلک ہے۔ کہ اسکی طرف چلی جا رہی ہے۔ وہ اپنی فیس پانچ سے دس دس سے سولہ۔ سولہ سے بتیس اور بتیس سے چوگنا کر دیتا ہے۔ ادھر ملک

غریب اور کنگال

ہے۔ مگر لوگ قرضہ لیں۔ یا کچھ کریں۔ بیماری کے وقت کسی نہ کسی طرح چوگنا روپے مہیا کر کے اس کے پاس پہنچ جائیں گے۔ بسا اوقات وہ توجہ نہیں کرے گا۔ کہہ دے گا۔ مجھے فرصت نہیں۔ مگر لوگ اسی کے پیچھے چلے جا رہے ہونگے جہاں دوسرا اپنی قابلیت پر فخر کرنے والا ڈاکٹر سارا دن بیٹھا مکھیاں مارتا ہے۔ وہ جیسے بدنام کیا جاتا ہے۔ انتہا درجہ مشغول رہتا ہے میرا اپنا تجربہ ہے۔ ۱۹۱۸ء میں جب میں بیمار ہوا۔ تو ڈاکٹروں کی رائے تھی۔ کہ

ڈاکٹر سدرلینڈ سے مشورہ

کیا جائے۔ میں نے انہیں مشورہ کے لئے وقت دینے کے لئے لکھوایا۔ تو انہوں نے جواب دیا۔ کہ مجھے فرصت نہیں۔ اور پندرہ یا شاید بیس دن کے بعد کہا۔ کہ دیکھ سکوں گا۔ چنانچہ ہم اتنے ہی دنوں کے بعد گئے۔ تو انہوں نے معذرت کی اور نوٹ بک نکال کر دکھائی۔ اور بتایا۔ کہ میں روزانہ ایک مریض کو دیکھتا ہوں۔ اور آج تک کے نام پہلے ہی مقرر تھے۔ لیکن لاہور میں دوسر ڈاکٹروں کی عام طور پر یہی رائے تھی۔ کہ وہ تو Coll. B. کے سوا کچھ جانتا ہی نہیں۔ وہ اس کے خلاف شور مچاتے تھے۔ مگر لوگ پھر اس کے پاس پہنچتے تھے۔ حالانکہ وہ دیکھنے سے انکار کرتا تھا۔ اور ظاہر ہے۔ کہ جس وکیل یا ڈاکٹر کے پاس لوگ جائیں گے۔ کمائی بھی وہی کرے گا۔ اور عزت و شہرت بھی اسے ہی حاصل ہوگی۔ اور دوسرا اسے بدنام کرنے والا صرف کڑھتا اور دل میں جلتا رہے گا۔ تو

پبلک جس کے متعلق فیصلہ کرے

کہ وہ اچھا ہے۔ اسے ہی روپیہ اور شہرت اور عزت حاصل ہوتی ہے۔ پبلک کے دماغ میں اللہ تعالےٰ نے یہ مادہ رکھ دیا ہے۔ کہ وہ محسوس کر لیتی ہے۔ کہ قابلیت کس کے پاس ہے۔ اور اس لئے اس کا فیصلہ قابل قدر ہوتا ہے بشرطیکہ اس کا فیصلہ ورثہ میں نہ ملا ہو۔ بلکہ اس نے خود تجربہ کے بعد حاصل کیا ہو۔ اور پبلک کا فیصلہ یہی ہے۔ کہ جو عزت وہ کامیاب وجودوں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کو دیتی ہے۔ وہی ایسے ناکام وجودوں کو دیتی ہے۔ جو استقلال کے ساتھ اپنے مقصود کے پیچھے پڑے رہے۔ پبلک نے جس مقام

سکندر اور رستم

کو بٹھایا ہے۔ اسی پر مجنوں۔ فرہاد اور پنجاب میں رانجھے کو بٹھایا ہے۔ یہ پبلک کا فیصلہ بتاتا ہے۔ کہ انسانی فطرت میں اللہ تعالےٰ نے یہ مادہ رکھا ہے۔ کہ اس کے نزدیک استقلال کے ساتھ کسی چیز کے پیچھے چلے جانا بڑی خوبی ہے۔

توجو شخص دن میں چالیس پچاس مرتبہ عاجزانہ طور پر یہ دعا کرتا ہے۔ کہ اے اللہ مجھے سیدھا راستہ دکھا۔ اور کہتا چلا جاتا ہے حتیٰ کہ اسے موت آجاتی ہے۔ تو اگر وہ یہ دعا اسی اخلاص سے کرتا ہے۔ جس سے قیس نے لیلےٰ کے حصول کے لئے کوشش کی۔ اسی محبت سے اللہ تعالیٰ کی یاد کرتا ہے۔ جس سے فرہاد شیریں کو کرتا تھا۔ اسی خلوص کے ساتھ اپنے اندر تڑپ پیدا کرتا ہے۔ جو ہیر کے لئے رانجھا کے دل میں تھی۔ تو گو وہ ناکام ہی رہے۔ اگرچہ الٰہی محبت کے رستہ میں انسان ناکام نہیں رہا کرتا۔ لیکن فرض کرلو۔ وہ کامیاب نہ ہو۔ تو بھی اسی شہرت کا مستحق ہوگا۔ جو سکندر کو حاصل ہے۔ رستم اور حاتم کو حاصل ہے۔ مگر سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ یہ ہزاروں لوگ روزانہ یہ دعا مانگتے ہیں۔ انہیں

شہرت دوام

کیوں حاصل نہیں ہوتی۔ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ہزاروں ہیں کہ جو دن رات یہی رٹ لگاتے ہیں۔ مگر ان میں سے کسی کو بھی شہرت دوام کا مقام حاصل نہیں ہوا۔ بڑے بڑے لوگوں کو تو جانے دو۔ ان کو رانجھے والا مقام بھی حاصل نہیں۔ جو صرف پنجاب کا ہیرو تھا۔ اب غور کرو۔ کہ کیوں ایسا نہیں ہوتا۔ دنیا کیوں فیصلہ نہیں کرتی۔ کہ یہ شخص بھی فرہاد اور رانجھے کے مقام پر ہے۔ کیا پہلوں نے دنیا کو کوئی رشوت دی ہوئی تھی۔ کہ ان کا نام تو مشہور ہوگیا۔ اور ان کا نہیں ہوتا۔ ان کے واقعات سُنکر لوگ رونے لگ جاتے ہیں۔ اچھے اچھے ثقہ آدمی وہ شعر گنگناتے ہیں۔ جن میں ان کے حالات بیان ہیں۔ مگر یہ ان کے دروازہ پر بیٹھا ہوا انسان جو دن رات اھدنا الصراط المستقیم کہہ رہا ہے۔ اور وہی نقل کر رہا ہے۔ جو قیس۔ فرہاد اور رانجھے نے کی تھی مگر لوگ انہیں تو یاد کرتے ہیں۔ لیکن اس کا نام کوئی نہیں لیتا۔ اور پھر کوئی یہ بھی نہیں کہتا۔ کہ میاں تم قیس کو تو یاد کرتے ہو۔ فرہاد کی قدر کرتے ہو۔ مگر یہ کیا ان سے کم ہے۔ کہ جو دن میں چالیس پچاس مرتبہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم کہتا رہتا ہے۔ تم پرانے قیس۔ فرہاد اور رانجھے کو یاد کرتے ہو۔ اور اس نئے قیس۔ فرہاد اور رانجھے کا ذکر تک نہیں کرتے۔ حالانکہ وہ تو عورتوں کے عاشق تھے۔ مگر یہ

خدا کا عاشق

ہے۔ تم میں سے ہر ایک شخص اپنے نفس کو ٹٹولے کہ وہ اس کا کیا جواب دیگا۔ وہ یہی کہے گا۔ کہ ایک چھوٹا سا ہیرا شیشے کے بہت بڑے ٹکڑے سے زیادہ قیمتی ہوتا ہے۔ بے شک یہ شخص کہتا ہے۔ کہ میں عاشق ہوں۔ مگر اس کے چہرے پر عشق کے وہ آثار نظر نہیں آتے۔ جو قیس اور رانجھا میں دکھائی دیتے ہیں۔ میں کیا کروں۔ میرے اندر جو دماغی قابلیتیں ہیں۔ جب قیس کے واقعات سامنے آئیں۔ تو ان سے آواز آتی ہے۔ کہ یہ سچا ہے۔ جب فرہاد کا ذکر آئے۔ تو آواز آتی ہے۔ کہ وہ سچا ہے۔ خواہ وہ عورتوں کے عاشق تھے۔ مگر عشق میں سچے تھے مگر جب

خدا کے اس عاشق کا ذکر

ہو۔ تو میرے دل میں اس کے لئے کوئی عزت پیدا نہیں ہوتی۔ اگر واقعہ میں یہ خدا تعالےٰ کا عاشق ہوتا تو دنیا کو اس سے متاثر ہونے میں کیونکر انکار ہو سکتا تھا۔ لیلیٰ سے ہماری کوئی رشتہ داری نہ تھی شیریں سے کوئی واسطہ نہ تھا۔ پھر کیا وجہ ہے۔ کہ قیس اور فرہاد کے حالات پڑھ کر تو دل پر اثر ہوتا ہے۔ لیکن خدا تعالےٰ تو ہمارا ہے۔ مگر اپنے اس خدا سے محبت کرنے والے کے متعلق ہمارے دلوں میں کوئی ٹیس نہیں اٹھتی۔ اسی وجہ سے کہ اسکی محبت بناوٹی ہے۔ اور حقیقت کے سامنے بناوٹ ٹھہر نہیں سکتی۔ شیشہ خواہ کتنا بڑا ہو۔ چھوٹے سے چھوٹا ہیرا جو قلم کی نوک پر لگا ہو۔ اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے۔ لیکن

سچے دل سے اھدنا الصراط المستقیم کہنے والا

فرض کرلو۔ ناکام بھی رہے۔ تو بھی وہ بڑی بھاری چیز ہے۔ اور اسکی علامت یہ ہے۔ کہ ہم دیکھیں گے۔ کہ جو سچائی اسے ملی ہوئی ہے۔ اس سے اس نے کیا فائدہ اٹھایا ہے۔ آخر کوئی نہ کوئی سچائی خدا تعالیٰ نے اسے بتائی بھی تو ہوئی ہے۔ جب ہم خدا تعالےٰ سے یہ کہتے ہیں۔ کہ اھدنا الصراط المستقیم۔ تو اس وقت تک ہمیں کسی سچائی کا پتہ بھی ہوتا ہے یا نہیں۔ تو دیکھنا یہ ہوگا۔ کہ اس دعا کے مانگنے والے کے پاس جو سچائی ہے۔ اس سے اس نے کیا فائدہ اٹھایا ہے۔ کہ اور مانگنے کا مستحق ٹھہر سکے۔ جو شخص پہلی عطا کردہ سچائی سے تو فائدہ نہیں اٹھاتا۔ اور مزید مانگتا رہتا ہے۔ اسکی مثال اس بچہ کی سی ہے جس کی جھولی میں پھل پڑے ہیں۔ اور انہیں وہ کھا نہیں سکتا۔ مگر اور مانگتا جاتا ہے۔ اس کا پیٹ تو اتنا چھوٹا ہے۔ کہ جو کچھ اس کے پاس ہے۔ اسے بھی نہیں کھا سکتا۔ لیکن حرص کی وجہ سے اس کا مطالبہ بڑھتا جاتا ہے۔ مگر کیا یہ کبھی ہوا ہے۔ کہ بچہ اس طرح مانگتا جائے۔ اور ماں تھالیاں اس کے سامنے رکھتی جائے۔ وہ اسے اور نہیں دیتی۔ وہ جانتی ہے۔ کہ اسکی خواہش جھوٹی ہے۔ ورنہ جو کچھ اسے دیا جا چکا ہے۔ پہلے اسے کیوں نہیں کھاتا۔ اسی طرح سوال یہ ہے۔ کہ جو شخص اھدنا الصراط المستقیم کہتا ہے۔ اس کے پاس پہلے سے کوئی صداقت موجود ہے یا نہیں۔ کیا اسے معلوم نہیں کہ سب مذاہب نے سچ بولنے کا حکم دیا ہے۔ پھر کیا وہ سچ بولتا ہے۔ اگر نہیں تو اس کا

اور مانگنا فضول ہے

اور تو اسے ملتا ہے۔ جو پہلی چیز کو ختم کرے۔ جو پہلی نعمت کو استعمال کرے۔ خدا تعالےٰ اسے اور دیتا ہے۔ لیکن جس کی یہ حالت ہو۔ کہ جو کچھ اسے ملے۔ اس کو تو پیچھے پھینک دیتا اور اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھاتا۔ لیکن اور مانگتا جاتا ہے۔ تو وہ نادان بچہ کی طرح ہے۔ جسے یا تو بہلا دیا جائیگا۔ اور یا اگر وہ زیادہ شور کریگا۔ تو ماں ایک تھپڑ اس کے لگا دے گی۔ بیمار۔ جاہل۔ اور ضدی بچے ہمیشہ ایسا کرتے ہیں۔ چیز مانگتے ہیں۔ اور اسے پھینک کر اور مانگنے لگتے ہیں۔ ایسا بچہ اگر تو بیمار ہو۔ تو ماں اسے بہلاتی ہے۔ اور اگر ضدی ہو۔ تو تھپڑ رسید کر دیتی ہے۔ اسی طرح جو شخص پہلی سچائیوں پر عمل کئے بغیر اھدنا الصراط المستقیم کہے جاتا ہے۔ وہ اگر تو بیمار ہے۔ تو اللہ تعالےٰ اسے بہلا دیگا۔ لیکن اگر بیمار نہیں۔ تو بجائے صراط مستقیم کے اسے تھپڑ بھیجے گا۔ اور کہے گا۔ کہ نالائق تجھے اتنی چیزیں میں نے دے رکھی ہیں۔ ان کو تو استعمال کرتا نہیں۔ اور مزید مانگتا جاتا ہے۔ مگر جو پہلی ملی ہوئی سچائی سے فائدہ اٹھا کر اور مانگتا ہے۔ اس کے لئے اللہ تعالےٰ کی طرف سے نئی سچائی بھیجی جاتی ہے۔ جس طرح ہمارا خدا غیر محدود ہے۔ اسی طرح صراط مستقیم غیر محدود ہے۔ اور خدا تعالیٰ کا وصال غیر محدود ہے۔ جو شخص کسی بھی مقام پر پہنچ کر یہ کہتا ہے۔ کہ میں نے خدا تعالےٰ کو ایسا پالیا۔ کہ اب آگے قدم اٹھانے کی کوئی گنجائش نہیں۔ وہ جھوٹا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ انا سید ولد آدم یعنی میں

سب انسانوں کا سردار

ہوں۔ آپ کے متعلق خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ دنیٰ فتدلیٰ۔ یعنی وہ خدا تعالےٰ کے قریب ہوا۔ اور اس نے انتہائی قرب کو پالیا۔ اور پھر خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔ کہ اے رسول تو ان لوگوں سے کہدے کہ اگر تم خدا تعالےٰ سے محبت کرنا چاہتے ہو۔ تو میرے غلام بن جاؤ۔ خدا تعالےٰ کے محبوب بن جاؤ گے۔ اس انسان کو اللہ تعالےٰ یہ بھی ہدایت کرتا ہے۔ کہ رب زدنی علماً کی دعا مانگا کرو۔ یعنی اے اللہ مجھے اپنا قرب اور عرفان اور زیادہ بخش۔ تو انتہائی مقام پر پہنچے ہوئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بھی اللہ تعالےٰ یہ حکم دیتا ہے۔ کہ کسی بھی مقام پر پہنچ کر یہ مت سمجھو۔ کہ سب کچھ مل گیا۔ بلکہ رب زدنی علماً کہو۔ اور یہ دعا کرتے رہو۔ کہ اے خدا مجھے علم دین اور عرفان میں اور بڑھا۔ اور جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے بھی ترقی کی گنجائش باقی ہے۔ تو اور کون ایسا انسان ہے۔ جس کے لئے کوئی مقام بھی باقی نہ رہا ہو۔ ہر انسان کے لئے خواہ وہ کسی مقام پر ہو۔ مزید مانگنے کی گنجائش باقی رہتی ہے۔ اور جب تک انسان اس بات کو نہیں سمجھتا۔ کہ خدا تعالےٰ کے قرب کے لئے کوئی انتہاء نہیں۔ تب تک وہ نیکی کے مقام کو نہیں پا سکتا۔ جس نے یہ گمان کیا۔ کہ خدا تعالےٰ سے ملنے کی کوئی حد ہے وہ یا تو پاگل ہے۔ یا خدا تعالےٰ کا منکر ہے۔

ایک دفعہ اسی مسجد میں جمعہ کی نماز کے بعد ایک صاحب نے جو باہر سے آئے ہوئے تھے۔ مجھ سے بات کرنے کی خواہش کی۔ میں بیٹھ گیا۔ تو انہوں نے سوال کیا۔ کہ جب کوئی شخص

کسی دوست سے ملنے جائے

تو اس کے پاس پہنچکر اسے گھوڑے سے اُتر جانا چاہیئے۔ یا سوار ہی رہنا چاہیئے۔ یا اگر وہ دریا میں جا رہا ہو۔ تو دوست کو کنارہ پر پاکر کشتی سے اتر پڑے۔ یا اسی میں بیٹھا رہے۔ میں ان کا مطلب سمجھ گیا۔ اور مجھے پتہ لگ گیا۔ کہ یہ اباحتی آدمی ہے اور اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ نماز روزہ وغیرہ عبادتیں سواری ہیں خدا تعالےٰ تک پہنچانے کی۔ اور جب وہ مل جائے۔ تو پھر ان کی کیا ضرورت ہے۔ وہ یہ کہنا چاہتا تھا۔ کہ ہم لوگ جب نمازیں پڑھتے۔ اور دعائیں مانگتے جاتے ہیں۔ تو کیا خدا تعالےٰ کبھی ملتا ہی نہیں۔ اگر نہیں ملتا۔ تو ان عبادتوں کا کیا فائدہ اور اگر ان کے نتیجہ میں وہ مل جاتا ہے۔ تو پھر ان کی کیا ضرورت باقی رہ سکتی ہے۔ یہی وہ چیز ہے۔ جس کا نام ان لوگوں نے طریقت رکھا ہوا ہے۔ خیر میں اس کا مطلب سمجھ گیا۔ اور میں نے جواب دیا۔ اگر تو دریا محدود ہے۔ تو کنارہ آنے پر کشتی سے اتر جانا چاہیئے۔ لیکن اگر دریا غیر محدود ہے۔ تو جس وقت اترا۔ اسی وقت ڈوبا۔ اسکی نجات کشتی میں ہی ہے۔ اس پر وہ خاموش ہوگیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ اچھا یہ بات ہے۔ میں نے کہا۔ ہاں یہی ہے۔ میں نے اسے بتایا کہ ہم خدا تعالےٰ کو غیر محدود مانتے ہیں۔ اور اس لئے اس کا وصال بھی غیر محدود ہے۔ دریا میں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

چلنے والا پہلے قدم میں اور جگہ ہوتا ہے۔ دوسرے پر اور جگہ۔ تیسرے پر اور جگہ اور چوتھے پر اور جگہ۔ اگر اس کا مقصد دریا ہی کی سیر ہے۔ تو وہ شروع سے آخر تک دریا کی سیر میں مشغول ہے۔ گو اس کا ہر دوسرا لمحہ پہلے سے مختلف ہے۔ لیکن چونکہ دریا محدود ہے۔ اگر سیر کرنے والا بڑھتا ہی چلا جائے تو آخر دریا ختم ہو جائے گا۔ لیکن اگر دریا کا پاٹ غیر محدود ہے۔ تو گو کشتی میں بیٹھنے کے ساتھ ہی دریا کی سیر شروع ہو جائے گی۔ مگر وہ ختم کبھی نہ ہوگی۔ اور اترنے کا وقت کبھی نہ آئے گا۔

اسی طرح

اللہ تعالیٰ کی محبت میں ترقی کرنے والا

بھی آگے ہی بڑھتا جاتا ہے۔ اور چونکہ اللہ تعالیٰ کی ہستی غیر محدود ہے۔ اس کا وصال بھی غیر محدود ہے۔ جو شخص دریا میں ایک فٹ بڑھا ہو۔ اس کے متعلق بھی یہی کہتے ہیں۔ کہ وہ دریا میں ہے۔ اور جو وسط میں ہو۔ اس کے متعلق بھی۔ اسی طرح جو وصال الٰہی کی پہلی منزل پر ہی ہے۔ اسے بھی وصال تو حاصل ہے۔ لیکن اگر وہ اسی پر مطمئن ہو کر بیٹھ گیا ہے۔ تو وہ عاشق نہیں کہلا سکتا۔ عاشق وہی ہے۔ جو لیتا جائے۔ اور مانگتا جائے۔ اور جو اسے ملے۔ اسے دل میں جگہ دے۔ اور اس سے فائدہ اٹھائے۔ اور پھر اور مانگتا چلا جائے۔ عشق الٰہی کی یہی پرکھ ہے۔ کہ پہلی حاصل کردہ چیز کو اپنے دل میں جگہ دے۔ اور پھر زائد کی درخواست کرے۔ جو شخص پہلی حاصل شدہ سچائی کو اپنے دل میں محبت سے جگہ دیتا ہے۔ اس کا حق ہے۔ کہ اس کے بعد اور ہدایت کی درخواست کرے۔ حتےٰ کہ ہر روز مانگتا جائے۔ بلکہ ہر لمحہ مانگتا جائے ایسا شخص اس زیادہ طلبی کی وجہ سے روز بروز خدا تعالےٰ کے قریب ہوتا جائے گا۔ لیکن اگر پہلی کو پھینک کر اور مانگتا ہے۔ تو خدا تعالےٰ کی طرف سے اسے تھپڑ رسید کیا جائے گا۔ اور خدا تعالےٰ کہیگا۔ کہ نالائق پہلے جو کچھ تجھے دیا گیا ہے۔ اسے تو استعمال کرتا نہیں۔ اور اور مانگتا ہے۔ پس مومن کا فرض ہے۔ کہ وہ دیکھے پہلی سچائی جو اسے ملی ہوئی ہے۔ اسے وہ استعمال کر رہا ہے یا نہیں۔ میں نے کئی دفعہ بتایا ہے۔ کہ

ایک ادنیٰ نیکی سچ بولنا ہے

مگر تم میں سے کتنے ہیں۔ کہ جنہوں نے اسکو اختیار کیا ہوا ہے۔ اور جو اسے بھی اختیار نہیں کرتے۔ اور اھدنا الصراط المستقیم کہتے رہتے ہیں کیا ان کی مثال اس بچہ کی نہیں۔ جو پہلی حاصل شدہ چیز کو تو پھینک دیتا ہے۔ مگر اور مانگنے لگ جاتا ہے۔ وہ اس نیکی کو تو چھوڑتا ہے۔ اور خدا تعالےٰ سے کہتا ہے۔ کہ مجھے اور دے۔ میں نے کئی بار بتایا ہے۔ کہ سچ بولنا چھوٹی سے چھوٹی نیکی ہے اور اگر ہماری جماعت اسے ہی اختیار کرے۔ حتیٰ کہ دنیا میں ہر شخص یہ اقرار کرے۔ کہ یہ جماعت سچی ہے۔ اور کوئی احمدی جھوٹ نہیں بول سکتا۔ تو ہمارا یہ ایک عمل ہی دوسرے ہزاروں عیوب کی پردہ پوشی کر سکتا ہے۔ مگر افسوس ہے۔ کہ جماعت نے ابھی یہ بھی تو حاصل نہیں کی۔ ہزاروں آدمی ابھی ایسے ہیں۔ جو سچ کی تعریف بھی نہیں سمجھتے۔ پچھلے دنوں ہی میں نے ایک خطبہ پڑھا تھا۔ جو شاید ابھی چھپا ہے۔ یا نہیں۔ مگر ابھی جو میں لاہور گیا۔ تو وہاں ایک دوست

ایک واقعہ

سنانے لگے۔ کہ فلاں شخص نے یوں جھوٹ بولا۔ گویا یہ کوئی بڑے فخر کی بات تھی۔ کیا یہ تعجب کی بات نہیں۔ کہ پچاس سال سے جماعت کو یہ سبق دیا جا رہا ہے۔ کہ سچائی ایک قیمتی جوہر ہے۔ جس کے بغیر کوئی نیکی نہیں۔ کوئی شخص صبح سے شام تک روزہ رکھے۔ اور ساری رات تہجد میں لگا رہے۔ اور ذکر الٰہی میں مشغول رہے۔ لیکن اگر اس میں سچائی نہیں۔ تو اسکی یہ ساری عبادتیں مچھر کے پر کے برابر بھی حیثیت نہیں رکھتیں تم چندے دے دے کر کنگال ہو جاؤ۔ تمہارے بیوی بچوں کے تن پر کپڑا نہ رہے۔ اور کھانے کو نہ ملے۔ پچاس سال سے تم نے اس نیکی میں بھی ناغہ نہ کیا ہو۔ لیکن اگر تمہارے اندر سچائی پیدا نہیں ہوئی۔ تو تمہارے دل میں احمدیت کا ایک ذرہ بھی نہیں۔

سچائی پہلی سیڑھی ہے

اور جو شخص پہلی سیڑھی پر قدم نہیں رکھتا۔ وہ دوسری پر نہیں پہنچ سکتا۔ یاد رکھو۔ کہ چند نیکیاں ابتدائی ہیں۔ جب تک وہ حاصل نہ ہوں۔ کچھ نہیں مل سکتا۔ اور ان کے بغیر جو ملے گا۔ وہ ریا۔ مکر۔ فریب اور دھوکا ہوگا۔ اور سچائی ابتدائی نیکیوں میں سے ہے۔ جب تک یہ حاصل نہیں ہوتی۔ تم اور کوئی نیکی حاصل نہیں کر سکتے۔ جس طرح خدا تعالیٰ پر ایمان کا ہونا نیکی کے لئے ضروری ہے۔ اسی طرح سچائی بھی ضروری ہے۔ مومن اور غیر مومن میں یہی فرق ہوتا ہے۔ کہ مومن سچا ہوتا ہے۔ کوئی شخص خواہ کتنی نمازیں پڑھے۔ نیکی کی ہر آواز پر لبیک کہے۔ لیکن اگر وہ

سچائی پر قائم نہیں

تو اسکی نمازیں بے سود ہیں۔ اور اس کا خدا تعالیٰ کی آواز پر لبیک کہنا فریب ہے۔ کیونکہ دوسری سیڑھی پر وہی چڑھ سکتا ہے۔ جو پہلی پر چڑھے جو پہلی سیڑھی پر قدم رکھے بغیر سمجھتا ہے۔ کہ میں آخری پر پہنچ گیا ہوں۔ وہ پاگل ہے۔ اور اس کا یہ دعوےٰ ایسا ہی ہے۔ جیسا بعض پاگل بادشاہ ہونے کا دعوےٰ کیا کرتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں۔ کہ ہم بادشاہ ہیں۔ پاگلوں میں اپنے آپ کو بادشاہ سمجھنے والے بھی ہوتے ہیں۔ اور ولی اللہ اور فلاسفر بھی۔ میں نے

پاگل خانہ

دیکھا ہے۔ بعض وہاں ایسے تھے۔ جو مہدی ہونے کے مدعی تھے۔ بعض اپنے آپ کو بادشاہ سمجھتے تھے۔ میں جب پاگل خانہ دیکھنے گیا۔ تو ایک پاگل نے میرے کان میں آکر کہا۔ کہ میں ایڈورڈ ہفتم ہوں یہاں سیر کے لئے آیا ہوا ہوں۔ مگر آپ یہ بات کسی کو بتائیں نہیں۔ جو ڈاکٹر میرے ساتھ تھا۔ اس نے بتایا۔ کہ یہ ہر شخص کو اسی طرح کہتا ہے تو کئی پاگل بادشاہ ہونے کے مدعی ہوتے ہیں۔ مگر ہم چونکہ جانتے ہیں۔ کہ یہ پہلی سیڑھی ہی نہیں چڑھا۔ اسلئے اسے پاگل قرار دیتے ہیں۔ اگر پہلی منازل وہ طے کر چکا ہوتا۔ تو ہم اسے پاگل نہ کہتے۔ بادشاہ کے لئے یہ کوئی ضروری تو نہیں۔ کہ وہ بادشاہ کا ہی بیٹا ہو۔ آخر عوام میں سے بھی تو بادشاہ ہوئے ہیں۔ نادرشاہ کسی

بادشاہ کا بیٹا

نہیں تھا۔ بلکہ اس کا باپ گڈریا تھا۔ جب اس نے ہندوستان کو فتح کیا۔ تو ایک روز دربار لگا ہوا تھا۔ درباریوں نے مشورہ کیا۔ کہ مختلف خاندانوں کا تذکرہ کرتے ہوئے آخر نادرشاہ سے اس کے خاندان کے متعلق پوچھا جائے۔ اور چونکہ وہ کسی اعلےٰ خاندان سے نہیں۔ اس لئے بہت نادم ہوگا۔ چنانچہ اسی رنگ میں گفتگو شروع ہو گئی۔ نادرشاہ سمجھ گیا۔ کہ مقصد کیا ہے۔ جن لوگوں کو اللہ تعالےٰ ترقی دیتا ہے۔ انہیں ذہن رسا بھی حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ بیٹھا مسکراتا رہا۔ آخر بات ہوتے ہوتے اس تک پہنچی۔ اور اس سے پوچھا گیا۔ کہ جناب کے باپ کا نام اور خاندانی حالات کیا ہیں۔ اس نے تلوار نکال کر کہا۔ کہ میرے باپ کا نام یہی ہے۔ لیجئے تم میری تلوار کو دیکھ چکے ہو۔ تمہیں میرے باپ کے نام سے کیا غرض۔ میں تمہیں فتح کر کے یہاں بیٹھا ہوں۔ اور جسے ذاتی جوہر حاصل ہو۔ اسے والد کے جوہر کی کیا ضرورت۔ بھلا اس بادشاہ کو جو اس وقت نادرشاہ کے غلام کی حیثیت رکھتا تھا۔ یا براور ہمایوں کی اولاد میں سے ہونے کا کیا فائدہ پہنچ سکتا تھا۔ اور نادرشاہ کو جس نے تلوار سے فتح حاصل کی تھی۔ اس بات سے کیا نقصان ہو سکتا تھا۔ کہ اس کا باپ گڈریا تھا۔ تو انسان ذاتی جوہر سے بھی ترقی کر سکتا ہے۔ اس لئے اگر بادشاہ ہونے کا مدعی پہلی سیڑھیاں طے نہ کر چکا ہو۔ تو اسے پاگل کہا جائے گا۔ لیکن اگر وہ پہلے فتوحات حاصل کرے۔ اور پھر کہے۔ کہ میں بادشاہ ہوں۔ تو سب کہیں گے۔ ہاں حضور بے شک بادشاہ ہیں۔ تو پہلی سیڑھی کے بغیر دوسری کا خیال کرنا جنون ہے۔ اسی طرح

سچائی پر قائم ہوئے بغیر

جو شخص سمجھتا ہے۔ کہ میں مسلمان احمدی نیک اور ولی اللہ بن گیا ہوں۔ وہ پاگل ہے۔ کیونکہ وہ کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ جب تک سچائی کو اختیار نہیں کرتا۔ اور اس کے بغیر اگر کوئی روحانی دعویٰ کرتا ہے۔ وہ یا تو پاگل ہے۔ اور یا پھر دنیا کو دھوکا دیتا ہے۔ سچائی ابتدائی نیکی ہے۔ اس کی تعلیم محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے شروع نہیں ہوئی۔ بلکہ آپ سے پہلے اسکی تعلیم حضرت عیسیٰ ؑ دے چکے تھے۔ اور وہ بھی یہ تعلیم دینے نہیں آئے تھے۔ کیونکہ یہ بات ان سے بھی پہلے حضرت موسےٰ ؑ کہہ چکے تھے اور وہ بھی یہ سکھانے کے لئے نہیں آئے تھے۔ بلکہ ان سے بھی پہلے حضرت ابراہیم ؑ یہ بات کہہ چکے تھے۔ اور وہ بھی اس کے لئے نہیں آئے تھے۔ بلکہ یہ حکم ان سے پہلے حضرت نوح ؑ بتا چکے تھے۔ اور حضرت نوح ؑ بھی یہ بات بتانے کے لئے نہیں آئے تھے۔ کیونکہ ان سے پہلے حضرت آدم ؑ اس کا اعلان کر چکے تھے۔ گویا انسان کی پیدائش کے وقت سے اسے

سچ بولنے کی تعلیم

دی گئی ہے۔ اور جو سچائی اس طرح سب دنیا میں متفق ہو۔ وہ روحانیت کے لئے بطور بنیاد کے ہوتی ہے۔ اور اس کو خدا تعالےٰ نے روحانیت کے لئے ایسا ہی ضروری قرار دیا ہوتا ہے۔ جیسا کہ جسم کے لئے ناک۔ کان وغیرہ۔ ہندوستانی افغان۔ عرب اور مغربی لوگوں کے لباس میں تو فرق ہو سکتا ہے۔ زبانوں میں فرق ہو سکتا ہے۔ مگر ناک۔ کان۔ آنکھوں میں کوئی فرق نہ ہوگا۔ یہ تو ہو سکتا ہے۔ کہ یورپ کے رہنے والوں کے رنگ گورے ہوں۔ مگر آنکھیں ان کی بھی دو ہی ہوں گی۔ ان کے بال بھورے ہوں گے۔ مگر یہ نہیں ہوگا۔ کہ ناک سر کے پیچھے ہو۔ یہی چیزیں انسان کی شکل کہلاتی ہیں۔ اسی طرح روحانیت میں بھی بعض باتیں اسکی شکل میں شامل ہیں۔ جو چیز حضرت آدم ؑ کے وقت انسان کو نہیں ملی۔ وہ روحانی جسم کا حصہ نہیں۔ بلکہ زائد نیکی ہے۔ روحانی جسم کو مکمل کرنے والی وہی چیزیں ہیں۔ جو آدم ؑ سے لے کر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک ایک ہی رہیں۔ اور ان میں سے ایک سچائی ہے۔ جس طرح آدم ؑ سے لے کر اس وقت تک انسانوں نے بہت ترقیات کیں۔ مگر آنکھیں اب

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بھی دو ہی ہیں۔ اسی طرح کئی عبادات قائم ہوئیں۔ اور کئی منسوخ ہوئیں۔ کسی نبی نے شراب کو جائز رکھا۔ اور کسی نے حرام کر دیا۔ کسی نے نماز کا طریق کوئی بتایا۔ اور کسی نے کوئی۔ مگر اس میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ کہ

ہمیشہ سچ بولنا چاہیئے

ہر نبی یہی کہتا آیا ہے۔ کہ ہمیشہ سچ بولو۔ پس جو چیز روحانیت کے لئے بمنزلہ آنکھ کے ہے اسے ترک کرکے انسان کبھی روحانی ترقی حاصل نہیں کر سکتا۔ جس کی آنکھیں نہ ہوں۔ وہ جرنل نہیں بن سکتا۔ کشتی تو شاید وہ کچھ نہ کچھ کر بھی لے۔ مگر جرنیلی نہیں کر سکے گا۔ اسی طرح روحانیت کے میدان کا شہسوار لولا۔ لنگڑا یا اندھا نہیں ہو سکتا۔ سچائی روحانیت کے جسم کا حصہ ہے۔ جو اسے چھوڑتا ہے۔ وہ روحانیت کو حاصل نہیں کر سکتا۔ اور جو ایسا سمجھتا ہے۔ وہ فریب خوردہ ہے۔ اور بے وقوفوں کی جنت میں آباد ہے ہماری جماعت کو غور کرنا چاہیئے۔ کہ وہ کونسا وقت آئے گا۔ جب وہ یہ خیال کریں گے۔ کہ ہم اب سچ پر قائم ہو جائیں گے۔ بے شک بعض تم میں سے کہہ سکتے ہیں۔ کہ ہم نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ یا بعض کہہ سکتے ہیں۔ کہ ہم جب سے احمدی ہوئے ہیں۔ اس وقت سے ہمیشہ سچ بولتے ہیں۔ مگر یہ تو کافی نہیں۔ سوال تو یہ ہے۔ کہ جماعت میں

سچائی کے قیام کے لئے

تم نے کیا کوشش کی ہے۔ اگر ہمارے دوست سچائی پر قائم ہو جائیں۔ تو قضاء میں کوئی مقدمہ آئے ہی نہیں۔ اور کوئی آئے بھی تو ایسا کہ جس میں کوئی غلط فہمی ہو گئی ہو۔ اور ایسے معاملہ کا فیصلہ کرنا قاضی کے لئے بالکل آسان ہوتا ہے مگر افسوس ہے۔ کہ یہ بات نہیں۔ مقدمات میں ایسے ایسے گواہ پیش ہوتے ہیں۔ جن کے متعلق ہم اچھی طرح جانتے ہیں۔ کہ وہ جھوٹ بول رہے ہیں۔ گو بعض ایسے بھی ہوتے ہیں۔ کہ جو غلط فہمی کی وجہ سے غلط بات کہہ دیتے ہیں لیکن اگر ہم میں ایک شخص بھی ایسا ہے۔ کہ جو جھوٹ بولتا ہے۔ تو وہ ایسا ہی ہے۔ جیسے کسی کو سرطان کی بیماری ہو۔ اور اس کا مقابلہ کرنا تمہارا فرض ہے پس

یہ وعدہ کرو

کہ آئندہ نہ تو خود جھوٹ بولو گے۔ اور نہ ہی اپنی اولادوں اور محلہ والوں کو بولنے دو گے۔ اور جب تم اپنی اولادوں کو جھوٹ سیکھنے ہی کا موقعہ نہ دو گے۔ تو جھوٹ کہاں رہ جائیگا۔ بعض بچوں کو جوئیں پڑ جاتی ہیں۔ تو سارا گھر باری باری نکالنے بیٹھتا ہے۔ حتیٰ کہ چُن چُن کر سب کو مار دیتے ہیں۔ بلکہ لیکھیں بھی تلاش کرکے ختم کر دیتے ہیں۔ اسی طرح تم جھوٹ کو ختم کرو جس طرح دیوانے کتے کی تلاش کرکے اسے ہلاک کیا جاتا ہے۔ اسی طرح تم جھوٹ کو مٹاؤ۔ سانپ اور بچھو کو اتنا زہریلا نہ سمجھو۔ جتنا جھوٹ کو اگر تم ایسا کرو۔ تو چھ ماہ کے اندر اندر جماعت سے جھوٹ کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں ہر شخص یہ سمجھ لیگا۔ کہ اگر اس جماعت میں رہنا ہے۔ تو جھوٹ چھوڑنا پڑے گا۔ اور جب جھوٹ گیا۔ تو باقی گناہ بھی نہیں رہ سکیں گے۔ یعنی تمہارے اندر طاقت پیدا ہو جائے گی۔ کہ دوسرے گناہوں کو بھی دبا دو۔ انسان کے اندر اللہ تعالیٰ نے یہ قابلیت رکھی ہے۔ کہ وہ سچائی کی مدد سے ہر گناہ کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ پھر ایک دفعہ توجہ کرکے ہماری جماعت جھوٹ کا کیوں خاتمہ نہیں کر دیتی۔

تحریک جدید کے اصول میں سے

ایک یہ تھا۔ کہ سچ بولو۔ مگر افسوس کہ خود تحریک جدید کے متعلق بھی سچ نہیں بولا جاتا۔ میں نے بار بار کہا ہے۔ کہ یہ چندہ مجبوری کا نہیں۔ تم وہی لکھواؤ جو دے سکتے ہو۔ اور اگر نہیں دے سکتے۔ تو مت لکھواؤ۔ مگر کئی لوگ ہیں۔ جو محض اس وجہ سے نام لکھوا دیتے ہیں۔ کہ اس وقت مجلس میں ان کا نام بھی آ جائے۔ کئی ایسے ہیں۔ کہ وہ ہر سال چندہ لکھوا دیتے ہیں۔ مگر ادا نہیں کرتے۔ اور پھر اگلے سال وہ لکھتے ہیں۔ کہ اس سال ہمارا وعدہ ضرور قبول کر لیا جائے۔ اور ہم پچھلے سال کا بھی اس سال میں ادا کر دیں گے۔ مگر پھر کچھ نہیں ادا کرتے۔ اور پھر تیسرے سال پھر لکھتے ہیں۔ کہ وعدہ ضرور لے لیا جائے۔ ورنہ بڑی ذلت ہوگی۔ اور ہم تو بس مر ہی جائیں گے۔ اور جب یہ سال بھی گزر گیا۔ تو چٹھی آ جائیگی۔ کہ فلاں مصیبت کی وجہ سے ہم چندہ ادا نہ کر سکے۔ اب کے سال ہمیں ضرور اجازت دی جائے۔ ورنہ غم کی وجہ سے ہم مر جائیں گے۔ اس سال تو ضرور ادا کرینگے۔ اور پھر کچھ ادا نہیں کریں گے۔ یہ لوگ یہ نہیں سوچتے۔ کہ ان سے کس نے کہا تھا۔ کہ ضرور چندہ دو۔ اگر وہ دے نہیں سکتے تھے۔ تو انہیں نام لکھوانا کیا ضرور تھا۔ کیا پہلے ہی ان کے گناہ کم تھے۔ کہ دین کے معاملہ میں بھی جھوٹ بولنا ضروری سمجھا۔ میں نے کئی دفعہ کہا ہے۔ کہ نام لکھوانے کے بعد بھی اگر کوئی سمجھتا ہے۔ کہ وہ چندہ نہیں دے سکے گا۔ تو اسے چاہیئے۔ کہ معاف کرالے۔ اور یہ کبھی نہیں ہوگا۔ کہ کوئی معاف کرانا چاہے۔ اور میں معاف نہ کروں۔ جو کہیگا میں نہیں دے سکتا۔ اسے معاف کر دیا جائیگا۔ یا جو دے تو سکتا ہے۔ مگر کہتا ہے۔ کہ مجھ میں ہمت نہیں۔ یا میں دینا نہیں چاہتا۔ یا اگر ہمت تو ہے۔ مگر اپنے بیوی بچوں کو تکالیف میں ڈالنا نہیں چاہتا۔ ان سب کو بھی میں معاف کرنے کو تیار ہوں۔ بلکہ بغیر کسی عذر کے بھی معاف کرنے پر آمادہ ہوں۔ تا تم گنہگار نہ بنو۔ اور جھوٹے نہ کہلاؤ۔ مگر بعض ہیں۔ کہ وہ نہ تو معاف کراتے ہیں۔ اور نہ ادا کرتے ہیں۔ اور اس طرح

خدا تعالیٰ کے معاملہ میں بھی جھوٹ

سے کام لیتے ہیں۔ اور جو دین کے معاملے میں جھوٹ بول لیتا ہے۔ وہ دنیا کے معاملہ میں کہاں کمی کرتا ہوگا۔ اچھی طرح یاد رکھو۔ کہ جب تک ہمارے اندر جھوٹ موجود ہے۔ ہم فتح کا وہ دن جس کی رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خبر دی ہے۔ کبھی نہیں دیکھ سکتے۔ اگر اسے دیکھنے کی تڑپ اپنے دل میں رکھتے ہو۔ تو ان گندوں اور خرابیوں کو دور کرو۔ اگر تم چاہتے ہو۔ کہ اسلام کی اس وقت جو ہتک ہو رہی ہے۔ یہ دور ہو۔ اور خدا تعالیٰ کے نام کو غلبہ حاصل ہو۔ تو اسکی ایک ہی صورت ہے۔ کہ اپنے دلوں سے جھوٹ نکال دو۔ اور اگر تم ایسا کر لو۔ تو اس بات کا یقین رکھو۔ کہ وہ دن قریب سے قریب تر ہوتا جائیگا۔

فتوحات کیلئے قربانی کی ضرورت

ہوتی ہے۔ اور اس کے لئے یہ ضروری ہوتا ہے کہ کسی قوم کے لیڈر کو یہ معلوم ہو۔ کہ میرے پیچھے جو جماعت ہے۔ وہ کس قدر قربانی کر سکتی ہے۔ اور میرے ہاتھ میں کیا چیز ہے۔ جو میں دشمن پر پھینک سکتا ہوں۔ اسے علم ہونا چاہیئے۔ کہ وہ کتنے آدمیوں کے ساتھ لڑ سکیگا۔ اگر جماعت سچ بولنے والی ہے۔ اور اسکی آواز پر پچاس آدمی لبیک کہتے ہیں۔ تو اسے یقین ہوگا۔ کہ میرے ساتھ پچاس آدمی ضرور ہوں گے۔ اور وہ دلیری کے ساتھ آگے بڑھے گا۔ لیکن اگر صورت یہ ہو۔ کہ لبیک کہتے وقت تو چاروں طرف سے لبیک لبیک کی صدائیں بلند ہوں۔ لیکن میدان میں نکلنے وقت معلوم ہو۔ کہ یہ لبیک لبیک کہنے والے دراصل گوہ کھانے والی بھیڑیں اور بکریاں تھیں۔ تو وہ کس طرح یقین کر سکتا ہے۔ کہ اس دفعہ لبیک کہنے والے جھوٹ نہیں بول رہے۔ اور وہ کس طرح اپنی طاقت کا اندازہ کر سکتا ہے۔ سوال تھوڑوں یا بہتوں کا نہیں ہوتا۔ بعض اوقات ایک آدمی کام کر جاتا ہے۔ آخر حضرت ابوبکر رضؓ نے کیا کیا تھا۔ یا نہیں۔ جب ان سے کہا گیا۔ کہ مدینہ میں خطرہ ہے۔ اس لئے اسامہ والے لشکر کو روک لیا جائے۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ جو ڈرتا ہے۔ وہ یہاں سے چلا جائے۔ میں اکیلا ہی مقابلہ کروں گا۔ تو تھوڑے ہونے کی وجہ سے دینی جنگ کبھی نہیں رک سکتی۔ لیکن اس وجہ سے رک جاتی ہے۔ کہ اپنی طاقت کا صحیح اندازہ نہ ہو سکے۔ اگر امام لبیک کہنے والوں پر قیاس کرکے کوئی ایسی پالیسی اختیار کرتا ہے۔ جس کے لئے ایک ہزار آدمی درکار ہوں گے۔ لیکن عمل کے وقت صرف نَو سَو آدمی ساتھ آتے ہیں۔ تو اسکی شکست دنیوی لحاظ سے یقینی ہوگی یا نہیں۔ اور اگر وہ نو سو آدمیوں کا اندازہ کرکے کوئی قدم اٹھاتا ہے۔ اور آتا آٹھ سو ہے۔ تو بھی وہ دنیوی لحاظ سے ضرور شکست کھائیگا۔ اس لئے امام کو واضح طور پر معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ میں کس قدر قربانی کی امید کر سکتا ہوں۔ اور یہ بات سچائی کے بغیر معلوم نہیں ہو سکتی۔

مومن کا کام

یہ ہونا چاہیئے۔ کہ جب وہ ایک دفعہ لبیک کہہ دے تو پھر خواہ کچھ ہو۔ اسے پورا کرے۔ تا امام یقین کے ساتھ یہ فیصلہ کر سکے۔ کہ میرے پاس اتنی طاقت ہے۔ اور اس سے میں نے مقابلہ کرنا ہے۔ وہ کم ہوں یا زیادہ اس کا سوال نہیں۔ کیونکہ دینی کام میں کمی کی وجہ سے ہرج نہیں ہوتا۔ لیکن دھوکے سے بڑا ہوتا ہے۔

دین کا کوئی کام بغیر سچ کے نہیں چل سکتا۔ کئی ضروری کام ایسے ہیں۔ جو محض اس وجہ سے چھوڑنے پڑتے ہیں۔ کہ شاید لبیک کہنے والوں میں سے ایک گروہ گوہ کھانے والی بھیڑیں ثابت ہو۔ ایسا طبقہ گو تھوڑا ہو۔ ایک کثیر جماعت کی قربانیوں کو جو مخلص اور سچی عاشق اللہ تعالےٰ کی ہوتی ہے۔ خراب کر دیتا ہے۔ یا کم سے کم جماعت کی طاقت کو کمزور کر دیتا ہے پس یہ ایک چیز ہے۔ جو اپنے نفسوں پر رحم کرتے ہوئے میری مان لو۔ پھر دیکھو۔ تھوڑے ہی عرصہ میں کس قدر تمام نقشہ بدل جاتا ہے۔ اپنے اندر سچ قائم کرو۔ باقی عیوب تمہارے خود بخود مٹ جائیں گے۔ اور خدا تعالےٰ ان کو باقی نہیں رہنے دیگا۔ پس میں آپ لوگوں کو پھر توجہ دلاتا ہوں۔ کہ اس مسئلہ کو معمولی نہ سمجھتے ہوئے اس پر غور کرو۔

تحریک جدید کے چوتھے سال کے اختتام کے قریب

میں پھر یہ نصیحت کرتا ہوں۔ کہ ہمیشہ سچائی پر قائم رہو۔ اور اگر اپنے اندر طاقت محسوس نہیں کرتے۔ تو سچائی سے کہہ دو۔ کہ ہم یہ بوجھ نہیں اُٹھا سکتے۔ اس سے دین کے کام کو تو کوئی نقصان نہیں پہنچیگا۔ لیکن تم اپنی جان کو ضرور بچالوگے دین کے لئے خدا تعالےٰ کوئی اور رستہ کھولدیگا لیکن جب منہ سے وعدہ کر لو۔ تو پھر خواہ کچھ ہو۔ اسے پورا کرو۔ اور اسے پورا کرنے کے لئے اپنے خون کا آخری قطرہ تک قربان کرنے سے دریغ نہ کرو۔ پھر دیکھو۔ دنیا کا نقشہ کس طرح بدلتا ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اسی طرح واقعات میں بھی سچائی اختیار کرو۔ کیونکہ اس کے بغیر بھی دین کے کام میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔

فرض کرو۔ ایک شخص تبلیغ کے لئے باہر جانا چاہتا ہے۔ اسے جب تک یقین نہ ہو۔ کہ میرے محلہ والے اور میرے پڑوسی راست گو ہیں۔ اسے ایک قسم کا خطرہ رہے گا۔ کہ یہ لوگ میری اولاد کو بھی خراب کریں گے۔ یا جھوٹے مقدمات وغیرہ بناکر ان کو پریشان کریں گے۔ لیکن اگر وہ جانتا ہے۔ کہ اس کے محلہ کا ہر شخص سچ بولنے والا ہے۔ تو وہ ڈرے گا نہیں۔ اسے خواہ تم دنیا کے کناروں تک بھیج دو۔ وہ بے خوف و خطر چلا جائیگا۔ وہ اپنے بیوی بچوں کو اپنے ہمسایوں سے محفوظ سمجھیگا۔ اسے اطمینان ہوگا۔ کہ اگر کوئی واقعہ ہؤا۔ تو میرے بیوی بچے بھی مجھے اصل واقعات لکھ دیں گے۔ اور مدمقابل بھی سچ سچ لکھدے گا۔ اور اس طرح وہاں بیٹھے ہوئے بھی اس کے سامنے قادیان کے حالات ایسے ہی روشن ہوں گے۔ جیسے یہاں رہ کر ہو سکتے تھے۔ اور وہ وہاں بیٹھے ہوئے بھی فیصلہ کر سکے گا۔ اور اگر اس کے بیوی بچوں کی غلطی ہوگی۔ تو ان کو لکھدیگا۔ کہ تمہاری غلطی ہے۔ تو دنیا میں شہادتوں کے وقت سچ بولنا ہمسایوں کو طاقت اور اہل محلہ کو برکت دیتا ہے۔ اور

دین کے معاملہ میں سچ بولنا

انتظام کو وسیع اور مضبوط کرتا ہے۔ پس یہ گُر ایک دفعہ اختیار کر لو۔ اور دوسروں کو اختیار کرنے میں مدد دو۔ یعنی وعدہ کرو۔ کہ اپنے محلہ میں اور ارد گرد رہنے والوں کو جھوٹ نہیں بولنے دوگے۔ اور فیصلہ کر لو۔ کہ خواہ انجام کچھ ہو جھوٹا آدمی کوئی بھی اس جماعت میں نہ رہنے دیں گے۔ تو اس طرح خواہ آدھے لوگوں کو بھی نکالنا پڑے کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ جھوٹا آدمی اگر ایک بھی ہے۔ تو وہ سخت خطرناک ہے۔ مگر اس وقت تو بہت سے ہیں۔ کئی ہیں۔ جو دوست کی خاطر جھوٹ بول دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ دوست کی خیر خواہی نہیں۔ بلکہ اس سے دشمنی کے مترادف ہے۔ دوست کے ساتھ سچی ہمدردی یہ ہوتی ہے۔ کہ اگر وہ غلطی پر ہو۔ تو اسے یہ مشورہ دیا جائے۔ کہ اپنی غلطی کا اقرار کر لو۔ یہ قدم اٹھاؤ۔ تو تم دیکھوگے۔ کہ تمہارے لئے دنیا کی کوئی مصیبت باقی نہیں رہے گی۔ اور تمہارے اندر ایسی دلیری پیدا ہو جائے گی۔ جو ہر مخالفت کو ایک زبردست دریا کی طاقت کے ساتھ خس و خاشاک کی طرح بہا کرلے جائیگی۔ جھوٹ ہمیشہ بزدلی پیدا کرتا ہے۔ اگر تم نے کسی کو پیٹا ہے۔ تو بعد میں جھوٹ سے کام نہ لو۔ اگر شریعت تمہیں اسکو پیٹنے کا حق دیتی ہے۔ تو اس کا اقرار کرو۔ بلکہ یہ بھی کہو۔ کہ میں پھر بھی ایسا ہی کروں گا۔ لیکن اگر شریعت اجازت نہیں دیتی۔ تو اقرار کرو۔ کہ مجھ سے غلطی ہوئی ہے۔ خواہ اس کا انجام کچھ ہو۔ زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا۔ کہ تم قید ہو جاؤ گے۔ لیکن تم اس زندگی میں قید سے ڈرتے ہو۔ اور خدا تعالیٰ کی قید کا تمہیں کوئی خوف نہیں۔ غرض تم سے جو فعل بھی سرزد ہو۔ اس کا صاف طور پر اقرار کرو۔ اور اگر شریعت تمہیں اس کا حق دیتی ہے۔ تو کہدو۔ کہ ہم آئندہ بھی اسی حق کو استعمال کریں گے لیکن اگر ایسا کرنے کا تمہیں حق نہیں۔ تو اپنی

ان کی سُبکی ہوگی۔ تو کیا اس وقت ان کی سُبکی نہ ہوگی۔ جب ان کے آبا ء واجداد اور ان کے بیٹوں۔ پوتوں اور پڑپوتوں کے سامنے انہیں دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ اگر وہ غور کریں۔ تو یہ دنیوی سزا ایک نہایت حقیر سزا ہے آخرت کی سزا کے مقابلہ میں اور انہیں اسے اپنے لئے رحمت سمجھنا چاہیئے۔

رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھو

جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا۔ تو ایک روز مجلس لگی ہوئی تھی۔ اور آپ اپنی وفات کے متعلق ہی ارشاد فرما رہے تھے۔ کہ آپ نے فرمایا

غلطی کا اقرار کرو

قضاء میں کئی مقدمات آتے ہیں۔ ایک احمدی احمدی سے لڑتا ہے۔ یا اسے گالی دیتا ہے۔ اسے چاہیئے تو یہ کہ جس قدر قصور ہؤا ہے۔ اس کا اقرار کرے۔ لیکن کئی احمدی اپنے جرم پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حالانکہ انہیں سمجھنا چاہیئے۔ کہ اقرار جرم کے نتیجہ میں اگر کچھ جرمانہ ہو جائے گا۔ یا چند روز کے لئے مقاطعہ ہو جائیگا تو کیا ہے۔ کیا وہ سمجھتے ہیں۔ کہ یہاں تھوڑے سے جرمانے یا چند روز کے مقاطعہ سے دوزخ میں جانا زیادہ آسان ہے۔ اگر وہ غور کریں۔ تو یہاں کی سزا تو عین رحمت ہے۔ وہ اسے کیوں عذاب سمجھتے ہیں اگر وہ خیال کرتے ہیں۔ کہ مقاطعہ کی وجہ سے لوگوں میں

دیکھو ہر انسان جو اس دنیا میں کسی کو دکھ دیتا ہے اسکی سزا خدا تعالےٰ کے حضور پائے گا۔ اور میں نہیں چاہتا۔ کہ میں اللہ تعالےٰ کے حضور شرمندہ ہوں۔ اس لئے میری خواہش ہے۔ کہ جسے مجھ سے کوئی تکلیف پہنچی ہو۔ وہ اس کا بدلہ آج ہی مجھ سے لے لے۔ اس بات کا صحابہ رضؓ پر جو اثر ہو سکتا تھا۔ وہ ظاہر ہے۔ اور اس کا قیاس وہی کر سکتا ہے۔ جسے کسی سے سچی محبت ہو۔ یہ بات سنکر ان کو ایسا معلوم ہؤا۔ جیسا کہ کسی نے ان کے سینوں میں خنجر گھونپ دیا ہو۔ اور وہ بے تاب ہو کر رونے لگے۔ لیکن ایک صحابی نے کہا۔ یا رسول اللہ فلاں موقعہ پر آپ نے مجھے کہنی ماری تھی۔ آپ جنگ کے لئے صفیں درست کر رہے تھے۔ راستہ تنگ تھا۔ اور گذرتے ہوئے آپ کی کہنی مجھے لگی تھی۔ آپ نے فرمایا۔ تم مجھے کہنی مار لو۔ اس صحابی نے کہا۔ یا رسول اللہ میں اس وقت ننگے بدن تھا۔ اور آپ نے کرتہ پہن رکھا ہے۔ اس پر آپ نے اپنا کرتہ اٹھا دیا۔ اس وقت صحابہ رضؓ کی جو حالت ہوگی۔ وہ ظاہر ہے۔ ان میں سے ہر ایک یہ چاہتا ہوگا۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر ادھر ہو۔ تو اس شخص کو ٹکڑے کر دوں۔ مگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رعب ایسا تھا۔ کہ کسی کو بولنے کی جرأت نہ تھی جب آپ نے کرتہ اوپر اٹھایا۔ تو وہ صحابی آگے بڑھا۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم پر اسی جگہ بوسہ دیا۔ اور کہا یا رسول اللہ آپ اب ہم سے جدا ہونے والے ہیں۔ یہ آخری موقعہ تھا۔ میں نے چاہا۔ کہ اس سے فائدہ اٹھا کر آپ کے جسم کو چھو تو لوں۔ پس جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی

آخرت کی سزا

سے ڈرتے ہیں۔ تو پھر اور کون ہے۔ جو یہاں کی سزا کو سخت کہہ سکے۔ پس ہمیشہ سچ بولو۔ اور اگر اس کے نتیجہ میں کوئی سزا بھی ملے۔ وہ تمہارے لئے رحمت کا موجب ہوگی۔ دنیا میں کتنے لوگ ہیں۔ جو سزا سے بچنے کے لئے رشوتیں دیتے ہیں۔ آخر وہ بھی تو ایک سزا ہے۔ کیونکہ اس میں بھی روپیہ جاتا ہے۔ تو لوگ رشوتیں دے کر گورنمنٹ کی سزا سے بچنا چاہتے ہیں۔ اور یہاں خدا تعالےٰ نے خود تمہارے لئے انتظام کر دیا ہے۔ کہ دنیا میں قضاء مقرر کر دی۔ تا تم آخرت کی سزا سے بچ جاؤ۔ مگر تم اس سے بچنا چاہتے ہو۔ حالانکہ رشوت کی نسبت یہ کتنا آسان علاج اور پھر طیب علاج ہے۔

پس میں پھر ایک دفعہ آپ لوگوں سے کہتا ہوں۔ کہ اپنی جانوں پر رحم کرو۔ اولادوں پر رحم کرو۔ سلسلہ پر رحم کرو۔ اور میں یہ تو نہیں کہتا۔ کہ خدا تعالےٰ کے نبیوں پر رحم کرو۔ لیکن یہ کہتا ہوں۔ کہ ان کی محبت کو یاد کر کے ان کی روحوں کو خوش کرنے کے لئے اور ان کے کام کو تباہی سے بچانے کے لئے ہمیشہ کے لئے سچائی کو اختیار کر لو۔ خود سچ بولو۔ اور اپنی اولادوں کو اہل محلہ کو سچ کا پابند کرو۔ اور اگر تم ایسا کرنے کا وعدہ کر لو۔ تو ایک سال کے اندر اندر تمہارے حالات اس قدر بدل جائیں گے۔ کہ موجودہ اور آئندہ حالات کا تمہیں زمین و آسمان کا فرق نظر آئیگا۔ تم جدھر قدم اٹھاؤ گے۔ خدا تعالےٰ کی طرف سے تمہیں برکت ملے گی۔ اور ہر میدان میں دشمن تمہیں پیٹھ دکھائیگا کیونکہ سچ کی تلوار کے آگے کوئی طاقت نہیں ٹھہر سکتی۔

(الفضل)

اپنے اموال اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کرو

تا

اللہ تعالےٰ کی رضا حاصل ہو

سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

” یاد رکھو۔ کوئی انسان دنیا میں ہمیشہ نہیں رہ سکتا۔ خدا اور اس کے دین کے لئے کسی انسان کی جان کا موقعہ ہو۔ مگر وہ اپنی جان بچانے کی فکر کرے۔ تو اسے کیا معلوم کہ آگے جاتے ہی خود بخود اسکی جان نکل جائے۔ ایک انسان کو شہادت کا موقعہ اللہ تعالےٰ دے۔ مگر وہ اس سے بھاگے۔ تو کیا معلوم کہ وہاں سے ہٹتے ہی اس کا ہارٹ فیل ہو جائے۔ اور وہ مر جائے“۔

” اسی طرح مالی قربانی کے متعلق بھی ہے۔ ہر شخص اپنی زندگی میں دیکھ سکتا ہے۔ اور ہر ایک نے دیکھا ہے۔ کون کہہ سکتا ہے۔ کہ اس کا روپیہ کبھی ضائع نہیں ہؤا۔ بسا اوقات خرید و فروخت میں نقصان ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات کوئی جائیداد تباہ ہو جاتی ہے۔ اور بعض اوقات فصلیں خراب ہو جاتی ہیں۔ اس لئے اگر موقعہ ملے۔ تو کیوں نہ اپنے اموال کو خدا تعالےٰ کی راہ میں قربان کر دیا جائے۔ تا اللہ تعالےٰ کی رضا حاصل ہو جائے“۔

جن احباب نے تحریک جدید سال چہارم کے وعدوں کو ابھی پورا نہیں کیا۔ انہیں حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالےٰ کا یہ ارشاد مدنظر رہے۔ کہ ”دیانتداری کا تقاضا یہ ہے۔ کہ تم دعوے کرتے ہو۔ تو اس کے پورا کرنے کے سامان بھی کرو۔ ورنہ تم تمسخر کرتے ہو خدا سے اور تمسخر کرتے ہو اس کے رسول سے اور تمسخر کرتے ہو اس کے خلیفہ سے“ پس ایسے احباب اس تھوڑے سے وقفہ کو غنیمت سمجھیں۔ اور اپنے عہد کو وقت کے اندر پورا کر دیں۔

خاکسار برکت علی خاں فنانشل سکرٹری تحریک جدید۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فاروق

جلد ۲۳ | قادیان دارالامان مورخہ ۷ راکتوبر ۱۹۳۸ء | نمبر ۳۷

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۶ ستمبر ۱۹۳۸ء

الٰہی جماعتیں کس طرح غلبہ اور کامیابی حاصل کر سکتی ہیں

فرمودہ حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ

تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے حسب ذیل آیات تلاوت فرمائیں:-

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۚ وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ۭ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ۭ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ۭ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ڏ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ ھٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَاۗءَ عَلَي النَّاسِ ښ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ۭ هُوَ مَوْلٰىكُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ (الحج رکوع ۱۰)

اس کے بعد فرمایا:-

یہ آیتیں جو میں نے اس وقت تلاوت کی ہیں۔ مومنوں کو اُن کے اُن

فرائض کی طرف توجہ

دلاتی ہیں۔ جو الٰہی جماعتوں کو کامیاب بنانے میں ممد ہوتے ہیں۔ اور جن کے بغیر غلبے کا حصول بالکل ناممکن ہوتا ہے۔ دُنیوی جماعتوں کا طریق کار بالکل علیحدہ ہوتا ہے۔ ان پر دینی جماعتوں کا قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ دنیوی جماعتوں کا دارومدار خالص طور پر ان کی اپنی سعی اور کوشش پر ہوتا ہے اور ساتھ ہی اس کے ان کے لئے کوئی ضروری نہیں ہوتا۔ کہ وہ سچ سے کام لیں۔ وہ جھوٹ فریب اور دغابازی ان سارے ہتھیاروں کو استعمال کر سکتے ہیں۔ مگر یہ ہتھیار جو عام طور پر

دنیا میں کامیابی کا ذریعہ

سمجھے جاتے ہیں۔ دین میں ان کو بالکل حرام قرار دیا گیا ہے۔ دنیوی امور میں لوگ جھوٹ سے کام لیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ جھوٹ کے بغیر گزارہ نہیں وہ فریب سے کام لیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ فریب کے بغیر گزارہ نہیں۔ وہ منافقت سے کام لیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ منافقت کے بغیر گزارہ نہیں۔ جب ایک قوم دوسری قوم کو نقصان پہنچانا چاہتی ہے۔ جب اسکی ساری قوتیں

دوسری قوم پر حملہ

کرنے کے لئے مجتمع ہو رہی ہوتی ہیں۔ جب اس کے سارے محکمے اپنے کیل کانٹے درست کر رہے ہوتے ہیں۔ اس وقت دنیادار حکومتیں بڑے زور سے یہ اعلان کرتی سنائی دیتی ہیں۔ کہ ہمارے تعلقات اس حکومت سے بڑے اچھے ہیں۔ اور جب وہ

جنگ کا فیصلہ

کر چکی ہوتی ہیں۔ ان کے مدبر بڑے زور شور سے یہ اعلان کر رہے ہوتے ہیں۔ کہ ہم

صلح کے لئے ہر ممکن تدبیر

اختیار کریں گے۔ مگر ان کی غرض ان اعلانات سے یہ ہوتی ہے۔ کہ اگر ہمارا دشمن بے وقوف بنایا جاسکے۔ تو اسے بے وقوف بنائیں۔ اس کے مقابلہ میں ان کا دشمن بھی اسی طرح کر رہا ہوتا ہے۔ جس طرح وہ کر رہے ہوتے ہیں۔ وہ بھی دھوکا اور فریب اور جھوٹ استعمال کر رہا ہوتا ہے۔ مگر دین کے ساتھ تعلق رکھنے والی قوموں کو اس قسم کے طریق اختیار کرنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ انہیں اگر کہا جاتا ہے۔ تو یہ کہ تمہیں اچانک حملہ کرنے کی اجازت نہیں۔ اور اگر تمہارا کسی قوم کے ساتھ معاہدہ ہے۔ اور تم دیکھتے ہو۔ کہ دوسرا فریق اس معاہدہ کی خلاف ورزی کر رہا ہے۔ تو ایک لمبا عرصہ قبل یہ اعلان کر دو۔ کہ ہمارا تمہارا معاہدہ ختم ہے۔ اس کے بعد اگر تم چاہو۔ تو دوسری قوم سے لڑ سکتے ہو۔ پس

دینی قوموں کے لئے مشکلات

بہت زیادہ ہوتی ہیں۔ کیونکہ جن تدابیر کو دنیا اختیار کر سکتی ہے۔ ان کو ان تدابیر کے اختیار کرنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ اس لئے کوئی ایسا قائم مقام ہونا چاہیئے۔ جو جھوٹ اور فریب اور دغا کے مقابلہ میں نیکی کا سہارا ہو۔ اس سہارے کا اللہ تعالےٰ نے ان آیات میں جو ابھی میں نے تلاوت کی ہیں۔ ذکر کیا ہے۔ فرماتا ہے۔ یا ایھا الذین اٰمنوا ارکعوا۔ اے مومنو تم رکوع کرو۔ اور رکوع سے مراد اس جگہ نماز والا رکوع نہیں۔ بلکہ

رکوع کے معنے

نماز کے علاوہ بھی ایک ہوتے ہیں۔ اور وہ معنی یہ ہیں۔ کہ خدا تعالےٰ کی توحید پر کامل ایمان رکھتے ہوئے اس کی طرف جھک جانا اور ماسویٰ اللہ کا خیال اپنے دل سے بکلی نکال دینا۔ گویا کامل توحید کے خیالات دل میں پیدا کر لینا اور ماسویٰ اللہ کی عبادت اس پر انحصار۔ توکل اور امید کا دل سے نکال دینا۔ اس کا نام عربی زبان میں رکوع ہے۔ چنانچہ عربی کا محاورہ ہے۔ کہ فلان رکع الی اللہ فلاں شخص ہر ایک دنیوی چیز کا خیال اپنے دل سے نکال کر خدا تعالےٰ کی طرف جھک گیا۔ پس اسجگہ رکوع سے مراد وہ رکوع نہیں۔ جو نماز میں کیا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ رکوع ہم علیحدہ نہیں کرتے۔ بلکہ نماز کا ایک حصہ ہوتا ہے۔ خالی رکوع اسلام میں کہیں ثابت نہیں۔ اور خالی سجدہ اسلام میں شکریہ یا تلاوت قرآن کریم کے سوا عبادت کے طور پر ثابت نہیں ہے۔ بلکہ خالی سجدہ تو دعا کے موقعہ پر کر بھی لیا جاتا ہے۔ خالی رکوع کا رستہ بھی اسلام میں کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ پس رکوع سے مراد یہاں گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر جھک جانا نہیں۔ بلکہ ماسویٰ اللہ کا خیال اپنے دل سے نکال کر کامل توحید پر ایمان رکھتے ہوئے خدا تعالےٰ کی طرف توجہ کرنے کا نام رکوع ہے۔ یہ گویا قائم مقام ہو جاتا ہے مومن کے لئے ان چیزوں کا جن کو چھوڑنے کا اسے حکم ہے۔ رکوع کا لفظ اصل میں اسی لئے استعمال کیا گیا ہے۔ کہ رکوع میں ایک چیز ٹیڑھی ہو جاتی ہے۔ اور سہارا ہمیشہ ٹیڑھا ہو کر لیا جاتا ہے جو شخص سیدھا کھڑا ہوگا۔ وہ سہارا نہیں لے سکتا۔ اور اگر وہ سہارا لینا چاہیگا۔ تو اسی وقت لے سکیگا۔ جب وہ ٹیڑھا ہوگا۔ تو ارکعوا کے معنے دراصل

خدا تعالےٰ پر سہارا لینا

اور اس کے اوپر جھک جانا ہے۔ جھوٹ۔ فریب اور منافقت یہ دنیا کے سہارے ہیں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ یہ تو بڑے گندے سہارے ہیں۔ ان کو چھوڑو۔ اور ان کے قریب بھی مت پھٹکو جب دنیا کے سہارے ایک انسان سے لے لئے جائیں۔ تو لازماً وہ کسی اور سہارے کا محتاج ہوگا۔ کیونکہ انسان سخت کمزور اور بے بس ہے ایک کمزور انسان جو بیمار بھی ہو۔ کریچز (cratches) پر چلتا ہے۔ یا کھڑا ہوتا ہے۔ تو دیوار کی ٹیک لگا لیتا ہے۔ یا وہ لیٹنے کے لئے کرسی پر جا بیٹھتا ہے۔ یا اگر لیٹے لیٹے سر اٹھاتا ہے۔ تو کہنی کا سہارا لے لیتا ہے۔ یا گاؤ تکیہ اپنے پیچھے رکھ لیتا ہے۔ تو کمزوری اور بیماری کے وقت انسان کو دوسری چیزوں کے سہارے کی ضرورت ہوتی ہے۔ چونکہ انسان روحانی عالم میں سخت کمزور ہے۔ اور ہزاروں خفیہ باتیں ایسی پیدا ہو جاتی ہیں۔ جو اسکی ترقی کی راہ میں روک بن کر حائل ہو جاتی ہیں۔ اسلئے اس عالم میں بھی وہ کسی نہ کسی سہارے کا محتاج ہوتا ہے۔ دنیادار شخص ایسے موقع پر دغا۔ فریب جھوٹ اور مکاری کا سہارا لے لیتا ہے۔ مگر مومن کو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ تم ان امور سے بچو۔ تم نہ فریب سے کام لو۔ نہ جھوٹ سے کام لو۔ نہ دھوکا سے کام لو۔ اور نہ اور کسی ناجائز ہتھیار کو استعمال کرو۔ اب جبکہ ایک کمزور انسان کے تمام دنیوی سہارے شریعت نے لے لئے۔ تو سوال پیدا ہوتا تھا۔ کہ وہ کیا کرے۔ سہارا تو ایک کمزور انسان کے لئے ضروری تھا۔ اور اس سے سہارے کو لے لینا ایسا ہی ہے۔ جیسے ایک لُنجے کی سوٹیاں لے لی جائیں۔ یا بیمار کے نیچے سے گاؤ تکیہ نکال لیا جائے۔ یا ایک کمزور انسان جب کرسی پر بیٹھنے لگے۔ تو اس کے نیچے سے کرسی نکال لی جائے۔ ایسی حالت میں اسے لازماً کسی اور سہارے کی ضرورت پیش آئیگی۔ اور وہ کہے گا۔ میں کس پر سہارا لوں۔ میں تو گر جاؤں گا۔ اللہ تعالےٰ نے اس آیت میں اسی کا جواب دیا ہے۔ فرماتا ہے۔ ارکعوا تم ہمارے اوپر سہارا لے لو۔ اور ہم پر جھک جاؤ۔ یہ ایسی ہی بات ہے۔ جیسے کوئی انسان دوسرے کمزور انسان کی سوٹی تو لے لے۔ مگر اپنا کندھا اس کے سامنے پیش کر دے اور کہے۔ کہ میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر چلو۔ اسی طرح جب اور ناجائز ہتھیاروں اور ناجائز سہاروں سے اللہ تعالےٰ نے منع کر دیا۔ تو فرمایا۔ چونکہ تمہیں کسی نہ کسی سہارے کی ضرورت ہے۔ اس لئے ہم تمہیں کہتے ہیں۔ تم ہم پر جھک جاؤ۔ اور ہمارا سہارا لے لو۔ تو ارکعوا کا لفظ

توکل علی اللہ پر دلالت

کرتا ہے۔ اور اس میں یہ سبق سکھایا گیا ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کہ مومن کو اللہ تعالےٰ کی ذات پر توکل کرنا اور سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ میرے کاموں میں جو نقص ہے۔ خدا تعالےٰ اس کا خود ذمہ وار ہے کیونکہ جب کامیابی کے حصول کی دنیوی تدابیر سے اس نے منع کر دیا۔ تو اب وہ ہمارا خود ذمہ وار ہے۔ اور وہ آپ ہمارے نقصوں اور ہماری خامیوں کو پورا کرے گا۔ پھر فرماتا ہے۔ واسجدوا واعبدوا ربکم۔ یہاں واسجدوا میں جو سجدہ کا لفظ آتا ہے۔ اس سے مراد بھی نماز والا سجدہ نہیں۔ اس لئے کہ آگے واعبدوا ربکم کے الفاظ آتے ہیں۔ جس میں سجدہ بھی شامل ہے۔ پس اس جگہ

سجدہ سے مراد

بھی وہ سجدہ نہیں۔ جو ہم زمین پر کرتے ہیں۔ بلکہ واسجدوا کے معنے ہیں۔ اے مومنو۔ تم کامل فرمانبرداری سے کام لو۔ اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی پوری اتباع کرو۔ اور جس طرح وہ حکم دیتا ہے۔ اسی طرح کرو۔ چاہے وہ حکم تمہاری سمجھ میں آئے۔ یا نہ آئے۔ بسا اوقات انسان ایک چیز کے متعلق جانتا ہے۔ کہ وہ خدا تعالےٰ کی طرف سے پیش کی گئی ہے۔ مگر اپنی نادانی سے سمجھتا ہے۔ کہ اس میں میری تباہی اور بربادی ہے۔ لیکن جب وہ خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے اس چیز کو اختیار کر لیتا ہے۔ تو اللہ تعالےٰ اسکی خود حفاظت کرتا۔ اور بجائے اس کے کہ وہ تباہ ہو۔ اس پر انعامات کا نزول شروع ہو جاتا ہے۔ حدیثوں میں اسکی ایک نہایت ہی لطیف مثال بیان کی گئی ہے۔ کہ کس طرح وہ لوگ جو

اللہ تعالےٰ کے لئے تکلیفیں اٹھاتے

اور بظاہر اپنے آپ کو ہلاکت کے گڑھوں میں گراتے چلے جاتے ہیں۔ انجام کار اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بن جاتے اور تباہی کے سامانوں میں ان کے لئے برکت کے سامان پیدا کر دیئے جاتے ہیں۔

حدیثوں میں آتا ہے۔ اللہ تعالےٰ قیامت کے دن اپنے ایک بندے سے کہے گا۔ کہ دوزخ میں کود۔ بندہ بے دھڑک دوزخ میں کود جائیگا اور کہے گا۔ کہ جب مجھے میرے رب کا یہی حکم ہے۔ کہ میں دوزخ میں کود جاؤں۔ تو مجھے دوزخ ہی منظور ہے۔ مگر جب وہ اس میں کودے گا۔ تو دوزخ اس کے لئے نہایت آرام دہ جنت بن جائیگی۔ اور وہ آگ سے کھیلنے لگ جائیگا۔ اللہ تعالےٰ اس پر کہے گا۔ دیکھو میرا بندہ آگ سے کیسا خوش ہو رہا ہے۔ یہ مثال درحقیقت اسی بات کی ہے۔ کہ وہ لوگ جو خدا تعالےٰ کے دین کے لئے قربانی کر کے بظاہر اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ انہی ہلاکت کے سامانوں میں ان کے لئے ترقی کے سامان پیدا کر دیتا ہے۔ بظاہر دنیا سمجھتی ہے۔ کہ وہ آگ میں کودے ہیں۔ مگر جب وہ اس آگ میں کود جاتے ہیں۔ تو وہی آگ ان کے لئے جنت بن جاتی ہے۔

صحابہ رضی کو دیکھیں۔ انہوں نے کیسی خطرناک آگ اپنے لئے قبول کی۔ مگر وہی آگ ان کے لئے کیسی جنت بن گئی۔ کہ دنیا پر اس زمانہ سے لے کر آج تک تیرہ سو سال گزر چکے اور نہ معلوم ابھی کتنے سو سال۔ یا کتنے ہزار سال۔ یا کتنے لاکھ سال یا کتنے کروڑ سال یا کتنے ارب سال اور گزرنے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی اس کو بہتر جانتا ہے۔ مگر آج بھی جب صحابہ رض کا کوئی ذکر کرتا ہے۔ تو ایک مخلص کا دل محبت سے بھر جاتا اور وہ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کہے بغیر نہیں رہتا۔ اور قیامت تک ایسا ہی ہوتا چلا جائیگا۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں۔ دنیا میں لوگ

نہایت چھوٹی چھوٹی باتوں کے لئے بڑی بڑی قربانیاں

کرتے ہیں۔ بعض آدمیوں کو میں نے دیکھا ہے۔ ان کی ساری عمر "خان صاحب" کے خطاب کے حصول کے لئے ہی گزر جاتی ہے۔ حالانکہ "خان صاحب" کے خطاب میں کیا رکھا ہے۔ دو لفظ ہی ہیں۔ ورنہ ان کی کیا حقیقت ہے پھر ان کا یہ اپنا اختیار ہوتا ہے۔ کہ وہ اگر چاہیں تو اپنا نام خان صاحب رکھ لیں۔ چنانچہ کئی لوگ اپنے بچوں کا نام خان صاحب یا خان بہادر رکھ دیتے ہیں۔

پس اگر وہ چاہیں۔ تو یہ نام آپ بھی اپنا رکھ سکتے ہیں۔ مگر اس لئے کہ گورنمنٹ کی طرف سے ان کو یہ نام ملے۔ وہ اپنی ساری عمر اسی کوشش میں گزار دیتے۔ اور اس کے لئے بڑی بڑی غلامیاں کرتے ہیں۔ کہیں انہیں جھوٹ بولنا پڑتا ہے۔ کہیں فریب سے کام لینا پڑتا ہے۔ کہیں عیاری اور مکاری کرنی پڑتی ہے۔ کہیں قوم کو قربان کرتے ہیں۔ اور اس تمام مکر و فریب اور تمام چاپلوسی۔ غلامی اور لجاجت میں ایک ہی بات ان کے مدنظر ہوتی ہے۔ کہ کسی دن صاحب بہادر خوش ہو جائے۔ تو وہ ہمارے متعلق

خان صاحب یا خان بہادر کے خطاب کی سفارش

کردے۔ اگر انسانی فطرت کی اس کمزوری کا خیال نہ رکھا جائے۔ تو ایسے انسان کا تصور کر کے ہی شرم سے انسان پانی پانی ہو جاتا ہے۔ اور وہ حیران ہوتا ہے۔ کہ ان الفاظ میں آخر رکھا ہی کیا ہے۔ اور خان صاحب یا خان بہادر کا خطاب ملنے سے ہو کیا جاتا ہے۔ کہ وہ اس کے لئے اتنی جد و جہد کرتا ہے۔ سوائے اس کے کہ اسے افسروں کو سلام کرنے پڑتے ہیں۔ اور دربار میں اسے جھکنا پڑتا ہے۔ اور اسے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ اور ان عزتوں سے تو شریف آدمی بعض دفعہ بڑے گھبراتے ہیں۔

ہمارے ہی عزیزوں میں سے ایک کٹر دنیادار تھے۔ وہ احمدی نہیں تھے۔ انہوں نے ایک دفعہ کوشش کی۔ اور وہ

سفید پوش

ہو گئے۔ اس زمانہ میں ڈاک کے متعلق سرکاری انتظام چونکہ ابھی اعلےٰ پیمانہ پر نہیں تھا۔ اس لئے جو ذیلدار یا سفید پوش ہوتے۔ انہیں بعض دفعہ ضروری چٹھیاں بھیجی جاتی تھیں۔ کہ وہ ڈپٹی کمشنر کو پہنچا آئیں۔ اتفاق ایسا ہوا۔ کہ ادھر وہ کوشش کر کے سفید پوش بنے۔ اور ادھر ایک سرکاری افسر نے انہیں بلایا اور کہا۔ کہ ڈپٹی کمشنر آج کل دورہ پر ہے۔ اور فلاں جگہ ہے۔ ایک اہم سرکاری پروانہ لفٹیننٹ گورنر صاحب کی طرف سے آیا ہے۔ آپ یہ جا کر انہیں پہنچا دیں۔ وہ تو خیر حکم حاکم مرگِ مفاجات۔ انہوں نے جوں توں کر کے خط پہنچا دیا۔ مگر گھر واپس آتے ہی استعفےٰ دے دیا۔ اور کہا مجھے سفید پوشی منظور نہیں۔ میں سفید پوشی عزت کی چیز سمجھا تھا۔ مجھے یہ پتہ نہیں تھا۔ کہ سفید پوشی انسان کو ہرکارہ بناتی ہے۔

مگر دنیا میں کتنے ہی لوگ ہیں۔ جو اس کے لئے ہر قسم کی تکلیف گوارا کرتے اور خواہش رکھتے ہیں کہ کسی طرح وہ ذیلدار یا سفید پوش بن جائیں۔

قادیان ایک چھوٹا سا قصبہ ہے۔ دنیا جہان سے الگ ایک کونہ میں واقع ہے۔ ساری دنیا ہماری دشمن ہے۔ قادیان کا نام سنکر مخالف لوگ کوسوں بھاگتے ہیں۔ مگر میں نے دیکھا ہے۔ جہاں

کوئی احمدی افسر

ہوتا ہے۔ وہاں کے بڑے بڑے زمیندار جو بعض دفعہ چار چار۔ پانچ پانچ۔ چھ چھ یا دس دس ایکڑ زمین کے مالک ہوتے ہیں۔ باوجود مخالفت کے ہمارے پاس آتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ فلاں احمدی افسر کو ہمارے متعلق کوئی چٹھی لکھ دیں۔ کیونکہ ہمارا ان کے پاس سفید پوشی یا ذیلداری کا مقدمہ ہے۔ اور ہم چاہتے ہیں۔ کہ سفید پوشی یا ذیلداری ہمیں مل جائے۔ میں جب ان کو دیکھتا ہوں۔ تو مجھے حیرت ہوتی ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے ان کو گھر بیٹھے دولت و ثروت دی تھی۔ اور یہ باپ دادا سے ہزاروں ایکڑ زمین کے مالک چلے آتے تھے۔ اگر یہ ولایت میں ہوتے۔ تو لارڈ اور ڈیوک اور مارکوئیس اور ارل اور کیا کیا ہوتے۔ مگر یہ سفید پوشی یا ذیلداری کے لئے مارے مارے پھر رہے ہیں۔ یوں شاید وہ مذہبی تعصب کی بنا پر ہم سے بات کرنا بھی اپنی ہتک سمجھیں۔ مگر سفارش کرانے کے لئے ہمارے پاس آ موجود ہوتے ہیں۔ تو ان کی حالت دیکھ کر مجھے نہایت ہی تعجب آتا ہے۔ اور میں سوچتا ہوں۔ کہ الٰہی یہ کیسی ذلت کو پہنچ گئے ہیں۔ اگر یہ اسی عزت پر قناعت کرتے۔ جو خدا تعالےٰ نے ان کو دی تھی۔ تو

ذیلدار یا سفید پوش ہونے کی جد و جہد

میں انہیں کئی قسم کی ذلتیں برداشت نہ کرنی پڑتیں۔

حقیقت یہ ہے۔ کہ وہ شخص جو اپنی عزت پر قناعت کرتا ہے۔ اسکی ساری دنیا عزت کرتی ہے۔ اور عزت تو اپنے ہاتھوں میں ہوتی ہے۔ دنیاداروں میں سے بھی جو شریف لوگ ہوتے ہیں۔ چاہے دین ان میں نہ ہو۔ وہ اپنی عزت کے متعلق غیرت رکھتے ہیں۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ دوسرے لوگ بھی ان کی عزت کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔

ہمارے دادا صاحب

کی نسبت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔ کہ وہ بڑے دنیادار تھے۔ اور ہمیشہ دنیا کے خیالات میں منہمک رہتے۔ لیکن شرافت خاندانی کی حس ان میں اس قدر تھی۔ کہ پرانے لوگوں سے میں نے سنا ہے۔ کہ وہ ایک دفعہ کمشنر سے ملنے کے لئے گئے۔ دوران گفتگو میں کمشنر پوچھ بیٹھا۔ کہ میں دورہ پر جانے والا ہوں۔ یہ بتائیں۔ کہ قادیان سے سری گوبند پور کتنے میل ہے۔ اس نے جونہی یہ سوال کیا۔ ہمارے دادا صاحب اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور کہنے لگے۔ میں اپنی ہتک کرانے کے لئے یہاں نہیں آیا۔ میں کوئی ہرکارہ نہیں۔ کہ ایسا سوال مجھ سے کیا جائے۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ کمشنر ان کی منتیں کرنے لگا۔ اور کہنے لگا۔ آپ ناراض نہ ہوں۔ مجھ سے غلطی ہوئی ہے۔ وہ دنیادار تھے۔ مگر یہ حس ان میں تھی۔ کہ میں عزت رکھتا ہوں۔ اگر تم میری عزت کا پاس نہیں کر سکتے۔ تو میں جاتا ہوں۔ تو انسان کی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حقیقی عزت وہ ہے۔ جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے اسے ملتی ہے۔ وہ عزت جتنی بھی ہو۔ خواہ تھوڑی ہو۔ یا بہت انسان کے لئے کافی ہوتی ہے۔ مگر جب وہ خیالی عزتوں کے پیچھے پڑتا ہے۔ تو اسے ایسی ایسی غلامیاں اور ایسی ایسی فرمانبرداریاں کرنی پڑتی ہیں۔ کہ جن کی کوئی حد ہی نہیں ہوتی۔ اور پھر اسے جو چیز ملتی ہے وہ نہایت ہی حقیر ہوتی ہے۔

ہمارے صوفیاء کی تاریخ میں

ایک مشہور واقعہ

آتا ہے۔ شبلی اسلام میں ایک بہت بڑے بزرگ اور ولی اللہ گزرے ہیں۔ ان کا نام اتنا مشہور ہے۔ کہ گاؤں کے لوگ بھی انہیں جانتے ہیں۔ اور اشعار میں ان کا ذکر کرتے ہیں۔ وہ اسلام میں چوٹی کے بزرگ ہوئے ہیں۔ وہ اسلامی بادشاہت میں پہلے گورنر تھے۔ اور اس قدر ظالم اور جابر تھے۔ کہ حجاج بن یوسف کی طرح ان کا بھی رعب تھا۔ اور لوگ ان سے بڑے ڈرتے تھے۔ ذرا سی بات پر بھی لوگوں کو سخت سزائیں دیتے اور انہیں مارتے۔ یا قتل کرا دیتے۔ ایک دن بغداد میں بادشاہ کا دربار لگا ہوا تھا۔ وہ بھی اس دربار میں موجود تھے۔ کہ ایک فاتح جرنیل بادشاہ کے سامنے پیش ہوا۔ اس جرنیل نے بعض مخالف افواج کو جن سے بادشاہ بھی گھبراتا تھا۔ شکست فاش دی تھی۔ اور بادشاہ نے یہ دربار اسی لئے لگایا تھا۔ کہ اپنے ہاتھ سے اس جرنیل کو خلعت فاخرہ دے۔ اور اس طرح سب کے سامنے اسکی قدر افزائی کرے۔ چنانچہ وہ بادشاہ کے سامنے پیش ہوا۔ اور اس نے نہایت ہی اعزاز کے ساتھ اسے خلعت پہنایا۔ مگر وہ بیچارہ شاید اس دن شامتِ اعمال سے رومال لانا بھول گیا تھا۔ عام طور پر درباری اپنی آستینوں میں رومال چھپا کر رکھتے ہیں۔ یا ممکن ہے۔ وہ رومال تو لایا ہو۔ مگر اس کے پہلے کوٹ میں ہو۔ جو اس نے خلعت پہننے کے لئے اتارا ہو۔ بہر حال اس وقت رومال اس کے پاس نہیں تھا۔ جب وہ خلعت پہن چکا۔ تو اتفاقاً اسے چھینک آئی۔ جس سے اس کا ناک بہہ پڑا۔ شاید اسے نزلہ کی شکایت تھی۔ یہ دیکھ کر وہ سخت گھبرایا۔ اور اس نے بادشاہ کی بے ادبی کے ڈر سے جیب پر ہاتھ جو مارا۔ تو دیکھا۔ کہ رومال نہیں۔ اسے اور زیادہ فکر لاحق ہوا۔ اور اب وہ سوچنے لگا۔ کہ کیا کروں۔ آخر اس مصیبت سے بچنے کے لئے اس نے ایک طرف منہ کر کے اسی خلعت کے ایک کونہ سے اپنا ناک پونچھ لیا۔

اتفاقاً بادشاہ کی بھی اس پر نظر پڑ گئی۔ بس یہ دیکھتے ہی اسے قہر آگیا۔ بادشاہ نے بے تحاشہ اسے گالیاں دینی شروع کر دیں۔ کہ بڑے بے حیا اور کمینہ ہو۔ ہم نے تمہاری عزت افزائی کی تھی۔ اور تم نے ہمارے خلعت سے یہ سلوک کیا۔ کہ اس سے اپنا ناک پونچھ لیا۔ پھر اس نے حکم دیا۔ کہ اس کا خلعت اتار لیا جائے۔ اس سے تمام عہدے چھین لئے جائیں۔ اور اسے ذلیل کر کے دربار سے نکال دیا جائے۔ اِدھر بادشاہ نے یہ حکم دیا۔ اور اُدھر

شبلی رونے لگ گئے

اور روتے ہی چلے گئے۔ بادشاہ نے ان کی طرف دیکھا۔ اور کہا شبلی تمہیں کیا ہو گیا۔ کیا تم پاگل ہو گئے ہو جو روتے ہو۔ شبلی کہنے لگے۔ حضور میرا استعفےٰ منظور کیجئے۔ وہ کہنے لگا کیوں؟ معلوم ہوتا ہے شبلی کے دل میں کوئی نیکی اور تقوےٰ تھا۔ جو ان کے کام آگیا۔ وہ کہنے لگے۔ حضور آپ نے اس جرنیل کو خلعت دیا۔ اور اسکی عزت افزائی فرمائی۔ مگر یہ خلعت اسکی قربانیوں کے مقابلہ میں کیا حقیقت رکھتا تھا۔ کچھ بھی نہیں۔ وہ سال دو سال آپ کے دشمن کے مقابلہ میں برسرِ پیکار رہا۔ وہ ہر روز اپنی بیوی کو بیوہ اور اپنے بچوں کو یتیم بنا دینے کے ارادہ سے نکلتا۔ اور گھمسان کی لڑائیوں میں آپ کی عزت اور آپ کی حکومت کی وسعت کے لئے گھس جاتا۔ ہر روز اسکی جان خطرے میں تھی۔ ہر روز اس پر ایک موت آتی تھی۔ کوئی دن نہ تھا۔ جس میں وہ آپ کی عزت کے لئے اپنی بیوی کو بیوہ اور اپنے بچوں کو یتیم بنانے کا تہیہ نہ کرتا۔ مگر اتنی بڑی قربانیوں کے بعد آپ نے اسے جو خلعت دیا۔ وہ گو اسکی

قربانیوں کے مقابلہ میں

کوئی حقیقت نہیں رکھتا تھا۔ مگر آپ نے اتنا بھی گوارا نہ کیا۔ کہ اس نے آپ کے عطا کردہ خلعت سے ناک کیوں پونچھ لیا۔ اور آپ نے اسے اپنے خلعت کی بے حرمتی قرار دیا۔ حضور اس سے بہت زیادہ قیمتی خلعت وہ ہے۔ جو خدا نے مجھے دیا ہوا ہے۔ یہ ناک۔ یہ کان۔ یہ منہ یہ آنکھیں۔ یہ زبان۔ یہ ہاتھ یہ پاؤں یہ دماغ۔ یہ اعضاء اور یہ تمام طاقتیں اللہ تعالےٰ کا خلعت ہیں۔ میں آپ کی خاطر ایک لمبے عرصہ سے اللہ تعالےٰ کے اس خلعت کو خراب کر رہا ہوں۔ میں ڈرتا ہوں۔ کہ قیامت کے دن جب میں اللہ تعالےٰ کے سامنے کھڑا ہوں گا۔ تو اسکو کیا جواب دوں گا۔ اور اپنی برأت میں کونسی بات پیش کر سکوں گا۔ پس میرا استعفےٰ منظور کیجئے۔ میں اب اور زیادہ اس

الٰہی خلعت کی بے حرمتی

کرنا نہیں چاہتا۔ بادشاہ نے انہیں بہتیرا سمجھایا مگر وہ نہ مانے اور استعفےٰ دے کر الگ ہو گئے۔ وہ اتنے ظالم مشہور تھے۔ کہ اس کے بعد وہ مختلف علماء کے پاس جب توبہ کے لئے گئے۔ تو کوئی ان کی توبہ قبول کرنے کے لئے تیار نہ ہوتا۔ اور ہر ایک کہتا۔ کہ تیرے جیسے آدمی کو تو اللہ تعالےٰ سیدھا جہنم میں جھونکے گا۔ آخر وہ حضرت جنید رح بغدادی کے پاس گئے۔ اور جا کر کہنے لگے۔ کہ چاہے کوئی شرط آپ رکھیں۔ میں ہر شرط ماننے کے لئے تیار ہوں۔ میری بیعت آپ قبول فرمائیں۔ وہ کہنے لگے۔ اچھا۔ اگر تمہیں ہر شرط منظور ہے۔ تو پھر تم اس شہر میں جاؤ۔ جہاں کے تم گورنر رہ چکے ہو۔ اور اس شہر کے ہر گھر کے دروازہ پر دستک دو۔ اور وہاں کے لوگوں سے معافی مانگو۔ چاہے معافی مانگنے میں تمہیں کتنا عرصہ لگ جائے۔ چنانچہ وہ اس شہر میں گئے اور چھ مہینے یا سال جتنا عرصہ لگا۔ وہ اس شہر میں رہے۔ اور انہوں نے ہر دروازہ پر دستک دے کر لوگوں سے اپنے گناہوں کی معافی چاہی۔ اور جب سب سے معافی مانگ چکے۔ تو پھر حضرت جنید رح کے پاس آئے۔ اور انہوں نے اپنی بیعت میں انہیں شامل کر لیا۔ اس کے بعد اللہ تعالےٰ نے انہیں خود بھی بہت بڑا رتبہ دے دیا۔ چنانچہ وہ اسلام کے صوفیاء کے ایک ستون سمجھے جاتے ہیں۔

تو انسان چھوٹی چھوٹی عزتوں کے حصول کے لئے بڑی بڑی قربانیاں کرتا ہے۔ اور پھر ان قربانیوں کے بعد جو چیز اسے ملتی ہے۔ وہ نہایت ہی ذلیل اور ادنیٰ قسم کی ہوتی ہے۔ اس کے مقابلہ میں

اللہ تعالےٰ کے فضل

اتنے اہم ہوتے ہیں۔ کہ ان فضلوں کے مقابلہ میں دنیا کی بادشاہتیں بھی کوئی حقیقت نہیں رکھتیں۔ جیسے میں نے بتایا ہے۔ صحابہ رضؓ کا جب بھی کوئی ذکر کرے۔ ہم رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کہے بغیر نہیں رہتے۔ اب یہ ایک خطاب ہے۔ جو اللہ تعالےٰ نے انہیں دیا۔ ایسا ہی جیسے خان صاحب یا خان بہادر یا ڈیوک یا مارکوئس یا ارل وغیرہ ہیں۔ مگر سوچو تو سہی۔ کتنے خان بہادر یا سر۔ یا ڈیوک یا مارکوئس یا ارل ہیں۔ جن کا نام دنیا جانتی ہے۔ یا کتنے بادشاہ ہیں۔ جن کے نام لوگ جانتے ہیں۔ یا کتنے بادشاہ ہیں۔ جن کا نام دنیا خطاب سمیت لیتی ہے۔ بڑے بڑے بادشاہ دنیا میں گزرے ہیں۔ مگر آج لوگ ان کا نام نہایت بے پروائی سے لے دیتے ہیں۔

سکندر کتنا بڑا بادشاہ تھا

یونان سے وہ چلتا ہے۔ اور ہندوستان تک فتح کرتا چلا آتا ہے۔ اور بڑی بڑی زبردست حکومتوں کو راستہ میں شکست دیتا ہے۔ مگر آج ایک غریب اور معمولی مزدور بھی جو ایک انگریزی سپاہی سے بھی ڈر جاتا ہے۔ سکندر کا نام نہایت بے پرواہی سے لے لیتا ہے۔ بچے بھی سکندر سکندر کہتے پھرتے ہیں۔ اور کوئی ادب کا لفظ اس کے لئے استعمال نہیں کرتے۔

دارا بھی ایک عظیم الشان بادشاہ تھا

اور گو اسے سکندر کے مقابلہ میں شکست ہوئی۔ مگر اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ وہ بھی زبردست سلطنت کا مالک تھا۔ اور چین تک اسکی حکومت پھیلی ہوئی تھی۔ مگر آج اسے لوگ دارا دارا کہتے پھرتے ہیں۔ بادشاہ کا لفظ بھی اس کے متعلق استعمال نہیں کرتے۔

تیمور جو ایک زمانہ میں دنیا کے لئے قیامت بن گیا تھا۔ آج اسے ساری دنیا

تیمور لنگ

یعنی لنگڑا تیمور کہتی ہے۔ اپنے زمانہ میں اسکی اتنی ہیبت تھی۔ کہ جب وہ حملہ کرتا۔ تو کشتوں کے پشتے لگا دیتا۔ اور بعض جگہ تو لوگوں کو مار مار کر ان کی لاشوں کو جمع کرتا۔ اور ایک مینار کھڑا کر دیتا۔ بعض مورّخ کہتے ہیں۔ کہ اس نے کئی لاکھ آدمی قتل کیا ہے۔ مگر اب ایک ذلیل سے ذلیل انسان بھی جب تیمور کا ذکر کرتا ہے۔ تو کہتا ہے "لنگڑا تیمور" حالانکہ اس کے زمانہ میں کسی کو یہ جرأت نہیں تھی۔ کہ وہ اسے لنگڑا تیمور کہے۔ بلکہ بادشاہ کیا۔ وہ شہنشاہ کہلاتا تھا۔ اور بڑے بڑے حکمران اس کے خوف سے کانپتے تھے۔

تو وہ بادشاہ جن کی اپنے زمانہ میں بڑی ہیبت تھی۔ جن کا نام سنکر ہزاروں میل پر لوگ کانپ اٹھتے تھے۔ ان کا نام آج انتہائی لاپروائی کے ساتھ ایک معمولی اور بے حیثیت آدمی بھی لے دیتا ہے۔ اور کئی تو ایسے ہیں۔ جن کا نام بھی آج کوئی نہیں جانتا۔ مگر وہ غریب بکریاں اور اونٹ چرانے والے صحابہ رضؓ جنہوں نے غربت میں اپنی عمریں گذار دیں۔ آج ان کا نام آتا ہے۔ تو رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کہے بغیر ایک مسلمان کا دل مطمئن نہیں ہوتا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

اپنے متعلق کہتے ہیں۔ کہ مجھے سات سات وقت کا فاقہ ہو جاتا تھا۔ اور جب میں شدّتِ ضعف سے بیہوش ہو جاتا تھا۔ تو لوگ میرے سر پر جوتیاں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مارنے لگ جاتے۔ اور سمجھتے۔ کہ مجھے مرگی کا دورہ ہو گیا ہے۔ پھر حضرت ابوہریرہ رضؓ کسی اعلیٰ خاندان میں سے نہ تھے۔ کوئی دولتمند نہ تھے۔ کوئی پڑھے لکھے نہ تھے۔ پھر ہمارا بھی ان سے کوئی رشتہ داری تعلق نہیں۔ نہ ملک کا تعلق ہے۔ نہ خاندان کا تعلق ہے۔ نہ زبان کا تعلق ہے۔ دنیاوی لحاظ سے وہ نہایت ہی ادنیٰ حالت کے تھے۔ مگر آج ہماری یہ حالت ہے۔ کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے بغیر دل کو چین آتا ہی نہیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ

کی جو حالت تھی۔ وہ خود ان کے باپ کی شہادت سے ظاہر ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے باپ کا نام ابوقحافہ تھا۔ جب حضرت ابوبکر رضؓ خلیفہ ہوئے۔ تو اس وقت ابوقحافہ مکہ میں تھے۔ کسی شخص نے وہاں جا کر ذکر کیا۔ کہ ابوبکر رضؓ عرب کا بادشاہ ہو گیا ہے۔ ابوقحافہ مجلس میں بیٹھے تھے۔ کہنے لگے۔ کونسا ابوبکر؟ اس نے کہا۔ وہی ابوبکر قریشی۔ وہ کہنے لگے۔ کونسا قریشی؟ اس نے کہا۔ وہی جو تمہارا بیٹا ہے۔ اور کون؟ وہ کہنے لگے۔ واہ ابوقحافہ کے بیٹے کو عرب اپنا بادشاہ مان لیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ تو بھی عجیب باتیں کرتا ہے۔ غرض ابوقحافہ کی یہ حالت تھی۔ کہ وہ اپنے بیٹے کے متعلق یہ مان ہی نہیں سکتے تھے۔ کہ سارا عرب انہیں اپنا بادشاہ تسلیم کرے گا۔ مگر اسلام کی خدمت اور دین کے لئے قربانیاں کرنے کی وجہ سے آج حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جو عظمت حاصل ہے۔ وہ کیا دنیا کے بڑے سے بڑے بادشاہوں کو بھی حاصل ہے؟ آج دنیا کے بادشاہوں میں سے کوئی ایک بھی نہیں۔ جسے اتنی عظمت حاصل ہو۔ جتنی حضرت ابوبکر رضؓ کو حاصل ہے۔ بلکہ حضرت ابوبکر رضؓ تو الگ رہے۔ کسی بڑے سے بڑے بادشاہ کو اتنی عظمت بھی حاصل نہیں۔ جتنی مسلمانوں کے نزدیک حضرت ابوبکر رضؓ کے نوکروں کو حاصل ہے۔ بلکہ حق یہ ہے۔ کہ ہمیں

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا کتا

بھی بڑی بڑی عزتوں والوں سے اچھا لگتا ہے اس لئے کہ وہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے در کا خادم ہو گیا۔ اس لئے کہ اس نے ہمارے رب کے دروازہ پر سجدہ کیا۔ جب اس نے ہمارے رب کے دروازہ پر سجدہ کیا۔ اور وہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے در کا غلام ہو گیا تو اسکی ہر چیز ہمیں پیاری لگنے لگ گئی۔ اور اب یہ ممکن ہی نہیں۔ کہ کوئی شخص اس عظمت کو ہمارے دلوں سے محو کر سکے۔ حضرت ابوبکر رضؓ

تاجر آدمی تھے۔ اور تاجر کو لڑائی سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔ وہ مال و اسباب کی گٹھڑی اٹھا کر ارد گرد کے دیہات میں چلے جاتے۔ اور اسے فروخت کرتے۔ بے شک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ دولت مند تھے۔ مگر آپ کا خاندان کوئی بڑا خاندان نہیں تھا۔ صرف ایک عام شریف قریشی خاندان تھا۔ اور کام آپ کا تجارت تھا۔ مال و اسباب ارد گرد کے گاؤں میں لے جاتے اور پھیری کے طور پر بیچ دیتے۔ اور چونکہ آپ ذہین۔ اور ہوشیار تھے۔ اس لئے ان کی تجارت میں برکت تھی۔ اور وہ کافی روپیہ کما لیتے تھے۔ پھر جب اللہ تعالےٰ نے ان کو اسلام نصیب کیا۔ تو اس تاجر کے دل میں وہ جرأت اور بہادری پیدا ہو گئی۔ جو بڑے بڑے فوجیوں کے دلوں میں بھی نہیں ہوتی۔

ایک دفعہ صحابہ رضؓ کی مجلس میں کسی نے کہا۔ کہ

ابوبکر رضؓ لڑنے والے آدمی نہیں تھے

خبر نہیں۔ جنگوں میں ان کا کیا حال ہوتا ہو گا۔ اس پر ایک صحابی کہنے لگے۔ ہم میں سے سب سے زیادہ بہادر وہ شخص سمجھا جاتا تھا۔ جو جنگ میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ رہے۔ اس لئے کہ دشمن کا سارا حملہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ہوتا تھا۔ اور وہ سمجھتے تھے۔ کہ اگر ہم نے ان کو مار دیا۔ تو باقی مسلمانوں کی ہمتیں پست ہو جائیں گی۔ اور ان کو ختم کرنا کوئی زیادہ مشکل نہیں رہے گا۔ اور ہمیشہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پہرہ پر حضرت ابوبکر رضؓ ہی کھڑے ہوتے تھے۔

قربانی کا یہ حال تھا۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مجلس میں ایک دفعہ ان کے بڑے بیٹے نے جو بعد میں مسلمان ہوئے۔ اور جو بدر یا احد کی جنگ میں (مجھے صحیح یاد نہیں) کفار کی طرف سے لڑ رہے تھے۔ کھانا کھاتے ہوئے باتوں باتوں میں ذکر کیا۔ کہ ابا جان۔ اس جنگ میں جب فلاں جگہ سے آپ گزر رہے تھے۔ تو میں ایک پتھر کے پیچھے چھپ کر کھڑا تھا۔ اور میں اگر چاہتا۔ تو آپ کو مار دیتا۔ مگر میں نے کہا۔ باپ کو تو نہیں مارنا۔ حضرت ابوبکر رضؓ نے جواب دیا۔ خدا نے تجھے ایمان نصیب کرنا تھا۔ اس لئے تو بچ گیا۔ ورنہ خدا کی قسم اگر میں تجھے دیکھ لیتا۔ تو ضرور مار ڈالتا۔ جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فوت ہوئے ہیں۔ تو اس وقت سارا عرب مرتد ہو گیا۔ اور حضرت عمر رضؓ اور حضرت علی رضؓ جیسے بہادر انسان

بھی اس فتنہ کو دیکھ کر گھبرا گئے۔ وفات کے قریب رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک لشکر رومی علاقہ پر حملہ کرنے کے لئے تیار کیا تھا۔ اور اسامہ رضؓ کو اس کا افسر مقرر کیا تھا۔ مگر ابھی وہ لشکر روانہ نہیں ہوا تھا۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات ہو گئی۔ آپؐ کی وفات پر جب تقریباً سارا عرب مرتد ہو گیا۔ تو صحابہ رضؓ گھبرا گئے۔ اور انہوں نے سوچا۔ کہ اگر ایسی بغاوت کے وقت اسامہ رضؓ کا لشکر بھی رومی علاقہ پر حملہ کرنے کے لئے بھیج دیا گیا۔ تو پیچھے صرف بوڑھے مرد۔ بچے اور عورتیں رہ جائیں گی۔ اور مدینہ کی حفاظت کا کوئی سامان نہیں ہو سکے گا۔ چنانچہ انہوں نے تجویز کی۔ کہ اکابر صحابہ رضؓ کا ایک وفد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جائے۔ اور ان سے درخواست کرے۔ کہ وہ اس لشکر کو بغاوت کے فرو ہونے تک روک لیں۔ چنانچہ حضرت عمر رضؓ اور اور اکابر صحابہ رضؓ مل کر ایک وفد کی صورت میں حضرت ابوبکر رضؓ کے پاس گئے۔ اور ان سے عرض کیا۔ کہ کچھ عرصہ کے لئے اس لشکر کو روک لیا جائے۔ جب بغاوت فرو ہو جائے۔ تو پھر بے شک اس کو بھیج دیا جائے۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس یہ وفد پہنچا۔ تو آپ نے نہایت غصہ سے اس وفد کو یہ جواب دیا۔ کہ کیا تم یہ چاہتے ہو۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات کے بعد ابوقحافہ کا بیٹا سب سے پہلا یہ کام کرے۔ کہ جس لشکر کو روانہ کرنے کا رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حکم دیا تھا۔ اسے روک لے۔ (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی عادت تھی۔ کہ جب وہ اپنی تحقیر کرنا چاہتے۔ تو اپنے باپ کا نام لیتے۔ یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ میری کیا حیثیت ہے۔ جو میں ایسا کروں) اس موقعہ پر بھی آپ نے اپنے باپ کا نام لیکر کہا۔ کہ کیا تم یہ چاہتے ہو۔ کہ ابوقحافہ کا بیٹا سب سے پہلا کام یہ کرے۔ کہ جس لشکر کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے روانہ کرنے کے لئے تیار کیا تھا۔ اسے وہ روک لے۔ پھر آپ نے فرمایا۔ گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ اگر سارا عرب باغی ہو گیا ہے۔ تو بے شک ہو جائے۔ خدا کی قسم اگر دشمن کی فوج مدینہ میں گھس آئے۔ اور ہمارے سامنے مسلمان عورتوں کی لاشیں کتے گھسیٹتے پھریں۔ تب بھی میں اس لشکر کو ضرور روانہ کروں گا۔ جس کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے روانہ کرنے کے لئے تیار کیا ہے۔

اگر تم دشمن کی فوجوں سے ڈرتے ہو۔ تو بیشک میرا ساتھ چھوڑ دو۔ میں اکیلا تمام دشمنوں کا مقابلہ کروں گا۔ یہ

جرأت اور دلیری

حضرت ابوبکر رضؓ میں کہاں سے پیدا ہو گئی۔ یہ وہی ارکعوا واسجدوا والے حکم کی تعمیل کا نتیجہ ہے۔ جس طرح بجلی کے ساتھ معمولی تار بھی مل جاتی ہے۔ تو اس تار میں عظیم الشان طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح جب کوئی شخص خدا تعالےٰ کا قرب حاصل کر لیتا ہے۔ تو دنیا کی کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ بجلی سے علیحدہ کر لو۔ تو تار کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ مگر اسی تار میں جب بجلی کی رو آئی ہوئی ہو۔ اور تار کے اوپر سے اتفاقاً ربڑ اترا ہوا ہو۔ تو اگر ایک قوی سے قوی پہلوان بھی اسے چھوئیگا۔ تو مردہ چوہے کی طرح گر جائے گا۔ اور اسکی طاقت اسے کوئی نفع نہیں پہنچا سکے گی۔

تو دنیوی عزتوں کے حصول کے لئے لوگ بڑی بڑی قربانیاں کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ اس موقعہ پر اسی امر کا ذکر کرتا اور فرماتا ہے اے مومنو۔ جب تم ہمارے پاس آئے ہو۔ تو تمہیں یہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ بغیر ارکعوا واسجدوا واعبدوا ربکم کے احکام پر عمل کرنے کے تمہیں کوئی کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔ ہاں اگر تم اللہ تعالےٰ پر توکل کرو۔ ہمارے احکام کی فرمانبرداری کا عہد کرو۔ اور ہماری عبادت میں لگ جاؤ۔ تو ہم

تمہیں کامیاب کر دیں گے

مگر دنیا ان باتوں پر عمل اپنے اوقات کا ضیاع سمجھتی ہے۔ وہ کہتی ہے۔ ہم پانچ وقت کی نمازیں پڑھیں۔ تو کیوں پڑھیں۔ اس سے ہمیں کوئی فائدہ تو نہیں ہوتا۔ یونہی وقت ضائع ہوتا ہے۔ اور اگر ہم پنجوقتہ نمازیں پڑھنے لگیں۔ تو باقی کام کب کریں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کی بات ہے۔ یہاں ایک زمیندار آیا۔ اسکو کسی شخص نے کہا تھا۔ کہ قادیان جا کر دیکھو۔ اور مرزا صاحب کی زیارت کرو۔ تب تمہیں وہاں کی قدر و منزلت معلوم ہو گی۔ مخالفوں کی باتوں پر اعتبار کرنا درست نہیں۔ چنانچہ وہ اس تحریک پر قادیان آیا۔ جب وہ واپس گیا۔ تو لوگوں نے اس سے پوچھا۔ کہ سناؤ۔ قادیان گئے تھے۔ تم نے کیا دیکھا۔ وہ کہنے واہ قادیان کی بڑی تعریفیں سنی تھیں۔ میں تو دیکھ آیا ہوں۔ وہ تو آدمیوں کے رہنے کی جگہ ہی نہیں۔ لوگوں نے اس سے پوچھا۔ آخر بتاؤ تو سہی ہوا کیا؟ کہنے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لگا۔ کیا بتاؤں۔ وہ بھی کوئی جگہ ہے۔ جب میں وہاں یکہ پر پہنچا۔ تو نو دس بجے کا وقت تھا۔ میں نے چاہا۔ کہ مہمانخانہ میں ذرا آرام کریں گے۔ کہ کسی نے کہا۔ چلو جی۔ مولوی صاحب قرآن اور حدیث پڑھا رہے ہیں۔ وہ سُنیں۔ میں نے کہا۔ اچھا آرام پھر کریں گے۔ جب قادیان آئے ہیں۔ تو قرآن اور حدیث سن لیں۔ چنانچہ میں وہاں گیا۔ وہ مطب میں بیٹھے تھے۔ بڑی دیر بیماروں کو دیکھتے رہے۔ پھر انہوں نے قرآن پڑھایا۔ پھر حدیث پڑھائی۔ اور اسی طرح اور دینی باتیں کرتے رہے۔ یہاں تک کہ بارہ بج گئے۔ وہاں سے واپس آئے۔ تو میں نے کہا۔ چلو اب آرام سے حقہ پیتے ہیں۔ مگر ابھی حقہ تیار ہی کرنے لگا تھا۔ کہ ایک آدمی آیا۔ اور کہنے لگا۔ چودھری صاحب کھانا تیار ہے۔ پہلے یہ کھالیں۔ میں نے کہا۔ اچھا کھانا کھالیں۔ پھر حقہ پی لیں گے۔ چنانچہ کھانا کھایا۔ اور حقہ تیار کرنا شروع کیا۔ مگر ابھی چلم سلگی نہیں تھی۔ کہ ظہر کی اذان ہوگئی۔ اور ایک شخص مجھے کہنے لگا۔ مسجد چلو۔ وہاں مرزا صاحب آئیں گے۔ ان کی زیارت کرنا۔ چنانچہ میں حقہ کو وہیں چھوڑ کر مسجد چلا گیا۔ اور نماز پڑھی۔ نماز کے بعد مرزا صاحب وہیں بیٹھ گئے۔ اور دیر تک باتیں کرتے رہے۔ جب وہ اُٹھ کر اندر گئے۔ تو میں نے کہا۔ چلو اب چل کر حقہ پئیں۔ چنانچہ میں نے پھر چلم سلگائی۔ اور حقہ تیار کیا۔ مگر ابھی دو تین کش ہی لگائے تھے۔ کہ عصر کی اذان ہوگئی۔ اور لوگ مجھے کہنے لگے۔ کہ چلو عصر کی نماز پڑھو۔ میں حقہ کو وہیں چھوڑ کر عصر کی نماز پڑھنے چلا گیا۔ جب میں عصر کی نماز پڑھ چکا۔ تو میں سمجھا کہ اب میں جا کر آرام سے حقہ پیوں گا۔ مگر ابھی بیٹھا ہی تھا۔ کہ لوگ کہنے لگے۔ مولوی صاحب بڑی مسجد میں درس دینے چلے گئے ہیں۔ وہاں چلو۔ چنانچہ میں اُٹھ کر بڑی مسجد چلا گیا۔ وہاں شام تک درس ہوتا رہا۔ وہاں سے ابھی اٹھا ہی تھا۔ کہ مغرب کی اذان ہوگئی۔ چنانچہ مغرب کی نماز پڑھنے چلا گیا۔ مغرب کے بعد مرزا صاحب پھر بیٹھ گئے۔ اور باتیں کرنے لگ گئے۔ وہاں سے جب میں اٹھا۔ تو میں نے کہا۔ اب تو چلم سلگا کر آرام سے حقہ پیوں گا۔ مگر ابھی چلم سلگانے بھی نہیں پایا تھا۔ کہ عشاء کی اذان ہوگئی۔ میں عشاء پڑھنے چلا گیا۔ وہاں سے واپس آیا۔ تو کہنے لگے۔ کھانا کھالو۔ چنانچہ کھانا کھایا۔ اور میں نے سمجھا۔ اب تو فراغت ہوئی۔ مگر کھانا کھا کر میں فارغ ہی ہُوا تھا۔ کہ ایک مولوی صاحب کا مہمانخانہ میں ہی درس شروع ہوگیا۔ میں وہ سننے لگ گیا۔ اور سنتے سنتے ہی نیند آگئی۔ اور اُٹھ کر سو گیا۔ اور حقہ پینے کا موقعہ نہ ملا۔ جب صبح آنکھ کھلی۔ تو بستر اٹھا کر میں وہاں سے نکل کھڑا ہُوا۔ اور میں نے سمجھ لیا۔ کہ یہ

آدمیوں کے رہنے کی جگہ نہیں

تو دنیا کے لوگ جو ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں۔ کہ نماز پڑھنی اور روزے رکھنے دین کی خدمت کرنا سب وقت کا ضیاع ہے۔ چنانچہ کئی مسلمان ایسے ہیں جنہوں نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔ کہ بھلا آج کل پانچ وقت نماز پڑھ کر بھی کوئی قوم ترقی کر سکتی ہے۔ اور اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ دنیا کی کوئی قوم اس رنگ میں ترقی نہیں کر سکتی مگر

جس نے خدا تعالیٰ کی مدد سے ترقی کرنی ہو

اس کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ پنجوقتہ نماز پڑھے اس کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ روزے رکھے۔ اس کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ خدمت دین کرے خواہ دنیا اسے وقت اور مال کا ضیاع ہی قرار دے۔

پس فرماتا ہے۔ واعبدوا ربکم تم اپنے رب کی عبادت کرو۔ وافعلوا الخیر۔ جب تم یہ باتیں کرلو۔ یعنی جب اللہ تعالیٰ پر توکل کرو۔ جب اللہ تعالےٰ کی اطاعت کا جوا اپنی گردنوں پر اٹھالو۔ جب تم اسکی شب و روز عبادت کرو۔ تو پھر چوتھا فرض تمہارا یہ ہے۔ کہ وافعلوا الخیر۔ تم بنی نوع انسان کی بھلائی کی کوشش کرو۔ تم یتیموں کی خبر گیری کرو۔ تم بیواؤں کی نگہداشت کرو۔ تم مساکین سے شفقت اور رافت کیساتھ پیش آؤ۔ تم ہمسایوں سے نیک سلوک کرو۔ تم دینِ اسلام کو ان لوگوں میں پھیلاؤ۔ جو اسلامی تعلیم سے ناآشنا ہیں۔ غرض جس قدر اچھے کام ہیں۔ وہ سب کرو۔ لعلکم تفلحون۔ تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ وافعلوا الخیر کو تو لوگ کسی حد تک مانتے ہیں۔ مگر باقی جس قدر احکام ہیں۔ ان کو دنیا اپنی تباہی کی علامت سمجھتی ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ جو توکل کرے گا۔ اس کا بیڑا غرق نہیں ہوگا۔ تو اور کس کا ہوگا۔ پھر وہ کہتے ہیں۔ جو احکام مذہبی پر چلے گا۔ اور دین کی ترقی کے لئے چندے دیگا۔ وہ غریب نہیں ہوگا۔ تو اور کیا ہوگا۔ اسی طرح وہ کہتے ہیں۔ جو پانچ وقت نماز پڑھے گا۔ وہ تین چار گھنٹے ضرور ضائع کردیگا۔ اور جس نے اپنے اوقات کا اتنا بڑا حصہ اس طرح رائیگاں کھودیا۔ وہ دنیا میں کامیاب کس طرح ہو سکتا ہے۔

غرض دنیا ان تمام باتوں کو تباہی کا موجب سمجھتی ہے۔ مگر جن امور کو دنیا تباہی کا موجب سمجھتی ہے۔ قرآن کریم کہتا ہے۔ کہ وہی تم کرو۔ کیونکہ

دنیوی ترقی اور دینی ترقی میں زمین و آسمان کا فرق

ہے۔ اس کے ذرائع اور ہوتے ہیں۔ اور اس کے ذرائع اور۔ ہماری جماعت بھی ایک دینی جماعت ہے۔ اور ہماری ترقیات بھی دین سے ہی وابستہ ہیں۔ دنیوی ذرائع سے نہیں۔ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بارہا سنا ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے۔ ہماری جماعت میں

تین قسم کے لوگ

ہیں۔ ایک تو وہ ہیں۔ جو میرے دعوے کو سمجھ کر اور سوچ کر احمدی ہوئے ہیں۔ وہ جانتے ہیں۔ کہ میری بعثت کی کیا غرض ہے۔ اور وہ سمجھتے ہیں کہ جس رنگ میں پہلے انبیاء کی جماعتوں نے قربانیاں کی ہیں۔ اسی رنگ میں ہمیں بھی قربانیاں کرنی چاہئیں۔ مگر ایک اور جماعت ایسی ہے۔ جو صرف حضرت مولوی نور الدین صاحب کی وجہ سے ہمارے سلسلہ میں داخل ہوئی ہے۔ وہ ان کے استاد تھے۔ انہیں معزز اور عقلمند سمجھتے تھے۔ انہوں نے کہا۔ جب مولوی صاحب احمدی ہوگئے ہیں۔ تو آؤ ہم بھی احمدی ہو جائیں۔

پس ان کا تعلق ہمارے سلسلہ سے مولوی صاحب کی وجہ سے ہے۔ سلسلہ کی غرض اور میری بعثت کی حکمت اور غایت کو انہوں نے نہیں سمجھا۔ اس کے علاوہ ایک تیسری جماعت بعض نوجوانوں کی ہے۔ جن کے دل میں گو مسلمانوں کا درد تھا۔ مگر قومی طور پر نہ کہ مذہبی طور پر۔ وہ چاہتے تھے۔ کہ مسلمانوں کا کوئی جتھا ہو۔ ان میں کچھ تنظیم ہو۔ ان میں انجمنیں قائم ہوں۔ اور مدرسے جاری ہوں۔ مگر چونکہ عام مسلمانوں کا کوئی جتھا بنانا ان کے لئے ناممکن تھا۔ اسلئے جب انہوں نے ہماری طرف ایک جتھا دیکھا۔ تو وہ ہم میں آگئے۔ اور اب وہ چاہتے ہیں۔ کہ مدرسے قائم کریں۔ اور لوگ ڈگریاں حاصل کریں۔ اسی وجہ سے وہ ہمارے سلسلہ کو ایک انجمن سمجھتے ہیں۔ مذہب نہیں سمجھتے۔ تو دنیا میں ترقیات کے جو ذرائع سمجھے جاتے ہیں۔ وہ بالکل اور ہیں۔ انجمنیں اور طرح ترقی کرتی ہیں۔ اور دین اور طرح۔

دین کی ترقی کے لئے

ضروری ہوتا ہے۔ کہ اخلاق کی درستی کی جائے قربانی اور ایثار کا مادہ پیدا کیا جائے۔ نمازیں پڑھی جائیں۔ روزے رکھے جائیں۔ اللہ تعالیٰ پر توکل پیدا کیا جائے۔ اسکی اطاعت اور فرمانبرداری کا عہد کیا جائے۔ اگر ہم یہ تمام باتیں کریں۔ تو گو دنیا کی نگاہوں میں ہم پاگل قرار پائیں گے۔ مگر خدا تعالےٰ کی نگاہ میں ہم سے زیادہ عقلمند اور کوئی نہیں ہوگا۔ قرآن کریم میں آتا ہے کہ مسلمان جب مالی قربانیاں کرتے۔ تو منافق کہا کرتے۔ کہ یہ مسلمان تو احمق ہیں۔ یس روپیہ برباد کئے چلے جارہے ہیں۔ انہیں کوئی ہوش نہیں۔ کہ اپنے روپیہ کو کسی اچھے کام پر لگائیں اسی طرح جب وہ اوقات کی قربانی کرتے۔ تو پھر وہ کہتے۔ یہ تو پاگل ہیں۔ اپنا وقت برباد کر رہے ہیں۔ انہوں نے ترقی خاک کرنی ہے۔ گویا مسلمانوں کو یا وہ احمق قرار دیتے۔ یا ان کا نام مجنون رکھتے۔ یہی دو نام انہوں نے مسلمانوں کے رکھے ہوئے تھے۔ مگر دیکھو۔ پھر وہی احمق اور مجنون دنیا کے عقلمندوں کے استاد قرار پائے۔

پس ہماری جماعت جب تک وہی احمقانہ رویہ اختیار نہیں کرے گی۔ جس کو کافر اور منافق احمقانہ قرار دیتے تھے۔ اور ہماری جماعت جب تک وہی مجنونانہ رویہ اختیار نہیں کرے گی جس کو کافر اور منافق مجنونانہ رویہ قرار دیتے تھے۔ اس وقت تک اسے کبھی کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔ اگر تم چاہو۔ کہ تم ضرورت کے موقع پر جھوٹ بھی بول لیا کرو۔ اگر تم چاہو۔ کہ تم ضرورت کے موقع پر دھوکا فریب بھی کرلیا کرو۔ اگر تم چاہو۔ کہ تم ضرورت کے موقعہ پر چالبازی سے بھی کام لے لیا کرو۔ اگر تم چاہو۔ کہ تم ضرورت کے موقع پر غیبت اور چغلی سے بھی کبھی کبھی فائدہ اٹھا لیا کرو۔ اور پھر یہ امید رکھو۔ کہ تمہیں کامیابی حاصل ہو جائے۔ تو یاد رکھو۔ تمہیں ہرگز کامیابی حاصل نہیں ہوگی۔ جس کا وعدہ اللہ تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا ہے۔ یہ چیزیں دنیا کی انجمنوں میں بے شک کام آیا کرتی ہیں۔ مگر دین میں ان کی وجہ سے برکت نہیں۔ بلکہ اللہ تعالےٰ کی لعنت اترا کرتی ہے۔ (الفضل)

امرت بوٹی
رجسٹری شدہ سرکار ہندوستان
ہر قسم کی
تمام مردانہ کمزوریوں اور بداعتدالیوں کو دور کرکے غضب کی قوت مردانہ پیدا کر دیتی ہے۔ علاوہ ازیں دھات جریان۔ کثرت احتلام۔ سرعت۔ کمزوری مثانہ۔ ذیابیطس کمی خون جیسی نامراد بیماریوں کو دور کرکے کامل مرد بنا دیتی ہے۔ چند ہی روز کے بعد جسم میں ایک خاص قوت محسوس ہونی شروع ہو جاتی ہے۔ ۵۰ گولی عہ ۱۰۰ گولی معہ برقی مالش ۶ عہ
پائیریا ماسخورہ۔ اگر آپ دانتوں یا مسوڑھوں کی کسی بیماری میں مبتلا ہیں۔ تو پائیریا بکس مکمل طلب فرمادیں۔ بکس کلاں عہ بکس خورد عہ۔ بکس کلاں دو ماہ کیلئے بکس خورد ایک ماہ کیلئے کافی ہوگا
ملنے کا پتہ:۔ منیجر احمدیہ یونان فارمیسی رجسٹرڈ جالندھر کینٹ (پنجاب)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حیرت انگیز

دوستوں کے شدید تقاضہ پر

رعایت

یہ کارخانہ دوستوں کے شدید تقاضہ کی بنا پر ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ / اکتوبر ۱۹۳۸ء کو یہ غیر معمولی رعایت دے رہا ہے۔ کہ جو دوست ان تاریخوں پر اپنے خطوط ڈاکخانہ میں ڈالیں گے۔ انہیں حسب ذیل ادویہ نصف قیمت پر ملیں گی۔ اس لئے اس سنہری موقعہ سے نہ صرف خود ہی فائدہ اٹھائیے۔ بلکہ اپنے دوستوں کو بھی شامل کیجئے۔

موتی سرمہ جملہ امراض چشم کیلئے اکسیر ہے

ضعف بصر۔ گرے۔ جلن۔ پھولا۔ جالا۔ خارش چشم۔ پانی بہنا۔ دھند غبار۔ ڑبال ناخونہ گوہانجنی رتوند ابتدائی موتیا بند وغیرہ وغیرہ غرضیکہ یہ سرمہ جملہ امراض چشم کے لئے اکسیر ہے۔ جو لوگ بچپن اور جوانی میں اس سرمہ کا استعمال رکھتے ہیں وہ بڑھاپے میں اپنی نظر کو جوانوں سے بھی بہتر پاتے ہیں۔ قیمت فی تولہ دو روپے آٹھ آنے نصف قیمت ایک روپیہ چار آنے محصولڈاک علاوہ

حضرت مسیح موعودؑ کے خاندان مبارک میں تو موتی سرمہ ہی مقبول ہے۔ لہذا آپکو بھی یہ موتی سرمہ ہی استعمال کرنا چاہیئے

حضرت میاں بشیر احمد صاحب ایم۔ اے سلمہ اللہ تعالےٰ تحریر فرماتے ہیں۔ کہ میں اس بات کے اظہار میں خوشی محسوس کرتا ہوں کہ میں نے آپ کا موتی سرمہ استعمال کر کے اسے بہت مفید پایا۔ گزشتہ دنوں مجھے یہ تکلیف ہو گئی تھی۔ کہ زیادہ مطالعہ یا تصنیف سے آنکھوں میں درد ہونے لگتا تھا۔ اور دماغ میں بوجھ رہنے کے علاوہ آنکھوں میں سرخی بھی رہتی تھی۔ ان ایام میں میں نے جب بھی آپ کا موتی سرمہ استعمال کیا مجھے یقینی طور پر فائدہ ہوا۔"

اکسیر البدن دنیا میں ایک ہی مقوی دوا ہے

کمزور کو زور آور اور زور آور کو شہ زور بنانا اس اکسیر پر ختم ہے اس کے استعمال سے کئی ناتوان اور گئے گزرے انسان از سر نو زندگی حاصل کر چکے ہیں۔ اگر آپ بھی عمدہ صحت پا کر پر لطف زندگی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ تو آج ہی سے اس کا استعمال شروع کر دیں۔ نیز ملیریا بخار کو روکنے اور اس سے پیدا شدہ کمزوری کو دور کرنے کے لئے بھی یہ بے نظیر چیز ہے۔ ایک ماہ کی خوراک۔ قیمت پانچ روپے نصف قیمت دو روپے آٹھ آنے محصولڈاک علاوہ

ایک تجربہ کار ڈاکٹر کی رائے

جناب ڈاکٹر سید رشید احمد صاحب ایس۔ اے۔ ایس آئی ایم ڈی انڈین ملٹری ہسپتال کلکتہ سے تحریر فرماتے ہیں۔ کہ میرے ایک دوست نے میری سفارش پر آپ کی ایجاد کردہ اکسیر البدن کا استعمال کیا اور انہیں اس اکسیر سے بے حد فائدہ ہوا۔ جس کے لئے میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں۔ براہ کرم ایک شیشی اور بذریعہ وی پی بھیجدیں۔

اکسیر اکبر

جس کا اثر مستقل ہے۔ اکسیر البدن کے علاوہ اس میں حسب ذیل مزید اجزا شامل ہیں۔ سونے کا کشتہ کستوری عنبر یوہمبین وغیرہ اس کے فوائد کے کیا کہنے ایک ہی لاثانی دوا ہے اس کی موجودگی نے طبی دنیا میں ایک نئی روح پھونک دی ہے مفصلہ ذیل نئی اور پرانی بیماریوں میں اس کا اثر فوری اور مستقل ہے ضعف دل ضعف دماغ۔ ضعف اعصاب۔ ضعف ہاضمہ قبل از وقت بالوں کا سفید ہو جانا۔ دل کی دھڑکن سر کا چکرانا۔ آنکھوں میں اندھیرا آنا پھیلی سستی اداسی ذرا سے کام سے دل کا کانپنا جسم میں سنسناہٹ کمزوری وغیرہ بیماریوں کیلئے یہ بفضل خدا بہترین اور یقینی علاج ہے۔ لاگت کے مقابلہ میں قیمت برائے نام یعنی ایک ماہ کی خوراک کی قیمت بیس روپے نصف قیمت دس روپے محصولڈاک علاوہ۔

اکسیر اکبر سے ۵۴ ساله نوجوان بنگیا

جناب ڈاکٹر بشیر محمد صاحب عالی اسسٹنٹ سرجن فورٹ لاکھارٹ کوہاٹ سے تحریر فرماتے ہیں۔ کہ اکسیر اکبر کی ایک ماہ کی خوراک جو آپ سے منگوائی تھی۔ ایک مریض کو جس کی عمر ۵۴ سال سے متجاوز ہو چکی تھی۔ اور جس کو کمزوری تقریباً ۲ سال سے تھی استعمال کرائی گئی دوران استعمال میں ایک حیرت انگیز تبدیلی اس کے جسم میں رونما ہوئی۔ جو سینکڑوں مقوی ادویہ کے کھانے سے بھی آج تک نہ ہوئی تھی۔ یعنی اکسیر اکبر کے استعمال سے اس کی صحت ایسی ہو گئی جیسے اٹھارہ سالہ نوجوان کی چڑھتی جوانی کا عالم ہوتا ہے۔ اکسیر اکبر واقعی اس زمانہ میں اپنا جواب نہیں رکھتی۔ آپ ایک مرتبہ ضرور تجربہ فرمایئے۔

اکسیر بواسیر

یہ نامراد موذی مرض انسان کا خون نچوڑ کر ہڈیوں کا پنجر اور زندہ درگور بنا کر زندگی تلخ کر دیتا ہے۔ اس کی مصیبت کو کچھ وہی بہتر سمجھ سکتا ہے۔ جسے بد قسمتی سے اس موذی مرض سے سابقہ پڑا ہو۔ ہماری یہ اکسیر اس ظالم مرض کو خواہ کسی قسم کا ہو۔ زیادہ سے زیادہ چودہ روز کے استعمال سے جڑھ سے اکھاڑ کر نیست و نابود کر دیتی ہے۔ قیمت تین روپے نصف ایک روپیہ آٹھ آنے محصولڈاک علاوہ

موتی دانت پوڈر

میلے دانت جملہ بیماریوں کا گھر ہیں۔ اگر آپ اپنی صحت کو ضروری سمجھتے ہیں۔ تو آج سے ہی اس کا استعمال شروع کر دیں جو دانتوں کی جملہ بیماریوں کو دور کر کے انہیں فولاد کی طرح مضبوط بنا کر موتیوں کی طرح چمکاتا ہے۔ اور بدبوئے دہن کو دور کر کے پھولوں کی سی مہک پیدا کرتا ہے۔ قیمت دو اونس کی شیشی جو خاصی مدت کیلئے کافی ہے ایک روپیہ نصف قیمت آٹھ آنے محصولڈاک علاوہ

تریاق اعظم

اس ایک ہی تریاق سے سر سے لیکر پاؤں تک کی جملہ بیماریوں کا علاج کیجئے۔ مضربیں اس تریاق اعظم کی موجودگی ڈاکٹروں اور حکیموں کی ضرورت سے بے نیاز کر دیتی ہے سفر میں اس کی ایک شیشی کا آپ کے پاکٹ یا سوٹ کیس میں ہونا یہ اس بات کی دلیل ہے۔ کہ سینکڑوں کی جملہ ادویہ آپ کی پاکٹ یا سوٹ کیس میں ہیں۔ اس کے ہر قطرہ میں آبحیات اور ہر مرض کے لئے اکسیر ہے۔ اس کے ایک قطرہ کے حلق سے اترتے ہی مردہ جسم میں برقی لہر دوڑ جاتی ہے۔ سر کے درد پسلی کے درد۔ گنٹھیا کے درد۔ عرق النساء کے درد قولنج کے درد۔ جگر کے درد۔ گھٹنوں کے درد غرضیکہ جملہ قسم کے دردوں کے لئے تیر بہدف ہے۔ ناسور جلے ہوئے آبلوں۔ تلی بخار ہیضہ۔ بدہضمی کے لئے تریاق ہے۔ قصہ کوتاہ۔ قریباً دو صد امراض کا یہ ایک ہی علاج ہے۔ مفصل حالات پرچہ ترکیب استعمال میں ملاحظہ فرمایئے۔ قیمت فی شیشی دو روپے چار آنے نصف قیمت ایک روپیہ دو آنے محصولڈاک علاوہ۔

رفیق زندگی

گرم مزاج والوں کے لئے بے نظیر تحفہ مفرح دل اور مقوی دماغ جس سے جوہر حیات کو خاص ترقی ہوتی ہے بیماری یا کثرت کار کی وجہ سے جن کے چہرے زرد ہو گئے ہوں دل دھڑکتا ہو سر چکراتا ہو آنکھوں میں اندھیرا آجاتا ہو۔ اٹھتے وقت ستارے سے دکھائی دیتے ہوں جلدی گھبراہٹ سستی اور اداسی چھائی رہتی ہو۔ ان کے لئے یہ جادو اثر دوا نعمت غیر مترقبہ ہے اس دوا کا ایک ماہ کا استعمال سال بھر کیلئے انشاء اللہ کسی دوسری مقوی دوا سے بے نیاز کر دیگا۔ ایکماہ کی خوراک کی قیمت پانچ روپے نصف قیمت دو روپے آٹھ آنے محصولڈاک علاوہ۔

اکسیر معدہ

ہیضہ بد ہضمی۔ کمی بھوک۔ درد شکم۔ اپھارہ باؤ گولہ پیٹ کا گڑگڑانا کھٹی ڈکاریں جی کا متلانا۔ اسہال ریاح کھانسی دمہ کے لئے تیر بہدف ہے۔ دودھ گھی مکھن بالائی انڈے وغیرہ ہضم کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ دماغ حافظہ ذہن کو تقویت دیتی کمزور اور دماغی کام کرنے والوں کے لئے بے نظیر چیز ہے۔ قیمت دو روپے نصف ایک روپیہ محصولڈاک علاوہ

قبض کشا گولیاں

اول تو کبھی کبھار کی قبض بھی بہت تکلیف دہ ہے پھر دائمی قبض سے تو خدا کی پناہ اگر آپ کا معدہ صاف ہے۔ تو سمجھو کہ آپ تندرستی کی گود میں کھیل رہے ہیں۔ اور یہ امر مسلمہ ہے۔ کہ قبض تمام بیماریوں کی ماں ہے ایک دن گھر کا پاخانہ صاف نہ ہو۔ تو تمام گھر کی فضا اس قدر خراب ہو جاتی ہے۔ کہ ناک میں دم آجاتا ہے۔ یہی حال آپ معدہ کا سمجھئے اگر ایک روز بھی کھل کر اجابت نہ ہو تو تمام معدہ متعفن ہو جاتا ہے۔ اور متعفن معدہ ہی ہر ایک بیماری کی جڑھ ہے۔ قبض کشا گولیاں کیا ہیں گویا معدہ کی جھاڑو ہیں۔ ان کا دائمی استعمال سمجھو کہ صحت کا بیمہ ہے۔

ایک سو گولی کی قیمت دو روپے نصف ایک روپیہ محصولڈاک علاوہ۔

افیون چھڑاؤ گولیاں

افیون بہت بُری بلا ہے۔ علاوہ روپے کے نقصان کے یہ انسانی صحت کا بھی ستیاناس کر دیتی ہے۔ بدقسمتی سے جسے اس کی عادت پڑ جائے پھر اس کا چھوٹنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ ہماری یہ گولیاں انشاء اللہ بہت جلد اس بلا سے نجات دلا دیں گی۔ قیمت یکصد گولی دو روپے نصف قیمت ایک روپیہ محصولڈاک علاوہ۔

اکسیر دمہ

اگرچہ بیماری تو ہر ایک ہی تکلیف دہ ہے۔ مگر دمہ سے تو خدا کی پناہ یہ انسان کو زندہ درگور بنا دیتا ہے۔ خدا تعالیٰ ہر ایک بشر کو اس موذی مرض سے بچائے۔ ہم نے بڑے تجربے کے بعد "اکسیر دمہ" نامی دوا تیار کی ہے جو خدا کے کرم سے دو ہفتہ کے استعمال سے اس بیماری سے چھٹکارا کرا دیتی ہے۔ قیمت تین روپے نصف قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے محصولڈاک علاوہ۔

اکسیر بچگان

یہ دوا چھوٹے بچوں کے لئے واقعی اکسیر ہی ہے۔ اسی لئے اس کا نام "اکسیر بچگان" رکھا گیا ہے۔ اسہال ہر قسم پیچش اور بچوں کے سوکھا پن وغیرہ کے لئے یہ دوا بفضل خدا تیر بہدف ہے۔ سبز رنگ کے اسہال اور سوکھا پن وغیرہ سے اکثر بچے ضائع ہو جاتے ہیں۔ یہ دوا ان عوارض کے لئے تریاق ہے۔ اور پھر بڑی عمر والوں کے لئے بھی اسہال اور پیچش وغیرہ میں یہ بہت مفید ہے۔ قیمت فی شیشی دو روپے نصف قیمت ایک روپیہ محصولڈاک علاوہ۔

بال اڑانے کی خوشبودار دوائی

اس خوشبودار دوائی کو پانی میں گھول کر لگانے سے ایک منٹ کے اندر اندر سخت سے سخت اور نرم سے نرم جگہ کے بال بصفائی کمال جڑھ سے دور ہو جاتے ہیں قیمت فی شیشی آٹھ آنے نصف قیمت چار آنے محصولڈاک علاوہ۔

مچھر پروف

جس کی خوشبو سے مچھر بھاگ جاتا ہے۔ دو اونس کی شیشی کی قیمت ایک روپیہ چار آنے نصف قیمت دس آنہ محصولڈاک علاوہ

تریاق درد گردہ

درد گردہ بہت تکلیف دہ بیماری ہے۔ اس کی بیخ کنی کیلئے یہ بہترین دوا ہے۔ قیمت دو روپے رعائتی قیمت ایکروپیہ محصولڈاک علاوہ

ست سلاجیت خالص

صرف پندرہ آنے چھٹانک۔ چھٹانک سے کم روانہ نہ ہوگی

ملنے کا پتہ:- **منیجر نور اینڈ سنز۔ نور بلڈنگ قادیان ضلع گورداسپور** پنجاب

طلائے بے نظیر

قیمت ایک تولہ دو روپے آٹھ آنے رعائتی قیمت ایک روپیہ چار آنے

(اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام مولوی عطاء اللہ خاں مولوی فاضل پرنٹر کے چھپ کر ... دفتر فاروق منزل قادیان سے شائع کیا)